اکمال فی بحث شد الرحال

زیارتِ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سیف اللہ المسلول معین الحق مولانا

شاہ فضلِ رسول

قادری بدایونی قدس سرہٗ

ترجمہ و ترتیب

مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

(اکمال فی بحث شد الرحال)

زیارت روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سیف اللہ المسلول معین الحق مولانا شاہ **فضل رسول قادری** بدایونی

ترجمہ، ترتیب، تخریج

مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

سلسلۂ مطبوعات (۴۲)

Ziyarat Roza-e-Rasool

By : Maulana Shah Fazle Rasool Qadri Budauni

عنوان کتاب	:	زیارت روضۂ رسول ﷺ
مصنف	:	سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی
ترجمہ، ترتیب، تخریج	:	مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری
طبع اول	:	مطبع الٰہی ۱۲۶۶ھ
طبع جدید	:	ستمبر ۲۰۰۹ء/ رمضان ۱۴۳۰ھ
قیمت	:	

رابطے کے لیے

Madrsa Alia Qadria, Maulvi Mohalla,
Budaun-243601 (U.P.) India
Phone : 0091-9358563720

Distributor	*Publisher*
Maktaba Jam-e-Noor	**Tajul Fahool Academy**
422, Matia Mahal,	Budaun
Jama Masjid, Delhi-6	

انتساب

مصنف کتاب کے مخلص دوست

مفتی صدرالدین آزردہ صدرالصدور دہلی

(وفات ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء)

کے نام

جشن زریں

رنگ گردوں کا ذرا دیکھ تو عنابی ہے   یہ نکلتے ہوئے سورج کی افق تابی ہے

مارچ ۲۰۱۰ء میں تاجدار اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری (زیب سجادہ خانقاہ قادریہ بدایوں شریف) کے عہد سجادگی کو پچاس سال مکمل ہونے جارہے ہیں، ان پچاس برسوں میں اپنے اکابر کے مسلک پر مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے رشد وہدایت، اصلاح وارشاد، وابستگان کی دینی اور روحانی تربیت اور سلسلۂ قادریہ کے فروغ کے لئے آپ کی جدو جہد اور خدمات محتاج بیان نہیں، آپ کے عہد سجادگی میں خانقاہ قادریہ نے تبلیغی، اشاعتی اور تعمیری میدانوں میں نمایاں ترقی کی، مدرسہ قادریہ کی نشاۃ ثانیہ، کتب خانہ قادریہ کی جدید کاری، مدرسہ قادریہ اور خانقاہ قادریہ میں جدید عمارتوں کی تعمیر، یہ سب ایسی نمایاں خدمات ہیں جو خانقاہ قادریہ کی تاریخ کا ایک روشن اور تابناک باب ہیں۔

بعض وابستگان سلسلہ قادریہ نے خواہش ظاہر کی کہ اس موقع پر نہایت تزک واحتشام سے ''پچاس سالہ جشن'' منایا جائے، لیکن صاحبزادۂ گرامی قدر مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری (ولی عہد خانقاہ قادریہ بدایوں) نے فرمایا کہ ''اس جشن کو ہم 'جشن اشاعت' کے طور پر منائیں گے۔ اس موقع پر اکابر خانوادۂ قادریہ اور علماء مدرسہ قادریہ کی پچاس کتابیں جدید آب وتاب اور موجودہ تحقیقی واشاعتی معیار کے مطابق شائع کی جائیں گی، تاکہ یہ 'پچاس سالہ جشن' یادگار بن جائے اور آستانہ قادریہ کی اشاعتی خدمات کی تاریخ میں یہ جشن ایک سنگ میل ثابت ہو''۔ لہٰذا حضور صاحب سجادہ کی اجازت وسرپرستی اور صاحبزادۂ گرامی کی نگرانی میں تاریخ ساز اشاعتی منصوبہ ترتیب دیا گیا اور اللہ کے بھروسے پر کام کا آغاز کردیا گیا، اس اشاعتی منصوبے کے تحت گزشتہ ۲ سال کے عرصہ میں ۲۷/کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں، اب تاج الفحول اکیڈمی مزید ۸/کتابیں منظر عام پر لارہی ہے، زیر نظر کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

رب قدیر ومقتدر سے دعا ہے کہ حضرت صاحب سجادہ (آستانہ قادریہ بدایوں) کی عمر میں برکتیں عطا فرمائے، آپ کا سایہ ہم وابستگان کے سر پر تادیر قائم رکھے۔ تاج الفحول اکیڈمی کے اس اشاعتی منصوبے کو بحسن وخوبی پایہ تکمیل کو پہنچائے اور ہمیں خدمت دین کا مزید حوصلہ اور توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

عبدالقیوم قادری

جنرل سکریٹری تاج الفحول اکیڈمی

خادم خانقاہ قادریہ بدایوں شریف

حرفِ آغاز

سیف اللہ المسلول مولانا شاہ معین الحق فضل رسول قادری بدایونی کی ذات گرامی برصغیر کے متاخرین علما وصوفیا کی صف میں جو ممتاز علمی اور روحانی مقام رکھتی ہے وہ محتاج بیان نہیں، بالخصوص باطل افکار ونظریات اور بدعقیدگی کے مقابلہ میں آپ کا جہاد بالقلم اسلامیان ہند پر ایک عظیم احسان ہے۔اس سلسلہ میں آپ کی تصانیف **المعتقد المنتقد** (عربی) البوارق المحمد یہ (فارسی) اورسیف الجبار (اردو) وغیرہ اولین ماخذ ہونے کے ساتھ ساتھ درجۂ استناد بھی رکھتی ہیں۔

۳ سال قبل تاج الفحول اکیڈمی نے سیف اللہ المسلول اور خانوادۂ قادریہ بدایوں کے دیگر اکابرین کی کتب کی اشاعت کے لیے ایک جامع منصوبہ ترتیب دیا،جس کے تحت مارچ ۲۰۱۰ء تک اکابرین کی ۵۰ کتابیں جدید آب وتاب کے ساتھ منظر عام پر آنا ہے۔گزشتہ ۲ سال کے عرصے میں ۲/درجن سے زیادہ کتابیں ترجمہ، تحقیق، تخریج اور تسہیل کے ساتھ شائع کی جا چکی ہیں اور اکیڈمی کا کارواں سبک خرامی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف گامزن ہے۔اس منصوبے کے تحت سیف اللہ المسلول کی دو کتابیں احقاق حق اور فوز المؤمنین منظر عام پر آ چکی ہیں اور اب مزید چار رسالے منظر عام پر آ رہے ہیں، حرزِ معظم، فصل الخطاب، فتویٰ میلاد اور زیر نظر رسالہ اکمال فی بحث شد الرحال۔ اس کے بعد البوارق المحمد یہ (فارسی) اور سیف الجبار (اردو) اکیڈمی کے منصوبے میں شامل ہیں جو عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ اہل ذوق کے ہاتھوں میں ہوں گی۔ یہ دونوں کتابیں اپنی تاریخی حیثیت، مباحث،

تحقیقی معیار اور مقبولیت کی وجہ سے ایک خاص اہمیت رکھتی ہیں۔

سبب تالیف - حضرت مولانا مفتی صدر الدین آزردہ (م ۱۲۸۵ھ) صدر الصدور دہلی نے ۱۲۶۴ھ میں روضۂ رسول کی زیارت کے مسئلہ پر ''منتہی المقال فی شرح حدیث لا تشد الرحال'' نامی رسالہ تالیف کیا، جو اسی سال شائع ہو کر منظر عام پر آیا۔ رسالہ پر استاذ مطلق علامہ فضل حق خیر آبادی اور مفتی سعد اللہ مراد آبادی نے تقریظات تحریر فرمائیں، طبع اول کے بعد ایک بار پھر چار سال بعد یہ رسالہ مطبع شرف المطابع دہلی سے ۱۲۶۸ھ میں شائع ہوا، پھر ۱۴۲ ر سال بعد حضرت مولانا سید شاہ حسین گردیزی چشتی صاحب نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا اور مصلح الدین پبلی کیشنز نے ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء میں اس کو شائع کیا۔ منتہی المقال اپنے موضوع پر ایک تحقیقی اور جامع کتاب ہے، اس سے مسئلہ زیارت کی تحقیق و وضاحت کے ساتھ مفتی صدر الدین آزردہ صاحب کی وسعت مطالعہ، علمی گہرائی اور تحقیقی اسلوب کا بھی پتہ ملتا ہے۔ منتہی المقال کی پہلی اشاعت کے بعد کسی صاحب نے اس کے مباحث کے سلسلہ میں سات سوالات لکھ کر سیف اللہ المسلول کی خدمت میں بھیجے۔ زیر نظر رسالہ ''اکمال فی بحث شد الرحال'' دراصل انھیں سات سوالات کے جواب پر مشتمل ہے۔ رسالہ کا یہ نام تاریخی ہے جس سے اس کا سنہ تالیف ۱۲۶۶ھ برآمد ہوتا ہے۔ یہ رسالہ فارسی میں ہے، اور پہلی اور آخری بار ۱۲۶۶ھ ہی میں مطبع الٰہی سے شائع ہوا تھا۔ اب ۱۶۴ ر سال بعد رسالہ اردو ترجمہ اور تخریج و تحقیق کے ساتھ منظر عام پر آ رہا ہے۔

مسئلہ زیارت اور شیخ ابن تیمیہ - روضۂ رسول (ﷺ) پر حاضری، حاضری کے لیے بالقصد سفر کرنا، روضۂ انور پر جا کر صلاۃ و سلام عرض کرنا، اور حضور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے شفاعت طلب کرنا، یہ وہ امور تھے جو خیر القرون سے لے کر شیخ ابن تیمیہ (پیدائش ۶۶۱ھ وفات ۷۲۸ھ) کے عہد تک بغیر کسی نزاع و اختلاف کے امت کا معمول رہے، ائمہ مجتہدین، محدثین و مفسرین اور اس خیر امت کے تمام اصحاب علم و فضل اس سلسلہ میں اپنی کتابوں میں لوگوں کو زیارت قبر رسول ﷺ کی ترغیب دیتے رہے۔ اس کو

واجب، قریب الواجب اور مستحب قرار دیتے رہے، سب سے پہلے اس مسئلہ میں علامہ ابن تیمیہ نے اختلاف کیا اور کہا کہ زیارت روضۂ رسول (ﷺ) کی نیت وارادہ سے مدینہ منورہ کا سفر کرنا حرام ہے۔

علامہ ابوالحسنات عبدالحی فرنگی محلی ''ابرازالغی'' میں فرماتے ہیں:

واما نفس زیارة القبر النبوی فلم یذهب احد من الائمة وعلماء الملة الی عصر ابن تیمیة إلی عدم مشروعیته بل اتفقوا علی انها من افضل العبادات وارفع الطاعات، واختلفوا فی ندذبها ووجوبها، فقال کثیر منهم بانها مندوبة. وقال بعض المالکیة والظاهریة انها واجبة وقال اکثر الحنفیة انها قریب من الواجب، وقریب الواجب عندهم فی حکم الواجب واول من خرق الاجماع فیه وأتی بشی لم یسبق الیه عالم قبله هو ابن تیمیة.

(ابرازالغی بحوالہ رفع المنارۃ، ص:۹۲)

ابن تیمیہ کے زمانے تک ائمہ اور علما میں سے کسی ایک نے بھی زیارت قبر نبی (ﷺ) کے عدم جواز کا حکم نہیں دیا، بلکہ ان سب کا اس پر اتفاق تھا کہ یہ عبادات میں افضل اور اعلیٰ درجہ کی طاعت ہے، ہاں البتہ اس کے مندوب اور واجب ہونے کے بارے میں اختلاف تھا، ان میں سے بہت سے علما نے فرمایا کہ یہ مندوب ہے، بعض مالکی اور ظاہری علما نے کہا کہ یہ واجب ہے۔ اکثر احناف نے کہا کہ یہ قریب الواجب ہے اور قریب الواجب ان کے نزدیک واجب کے حکم میں ہوتا ہے۔ ابن تیمیہ وہ سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے اس اجماع کی خلاف ورزی کی اور ایسی باتیں کیں جو ان سے پہلے کسی عالم نے نہیں کی تھیں۔

مولانا ابوالحسن زید فاروقی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

> علامہ ابن تیمیہ کے شذوذات وتفردات میں مسئلہ زیارت قبور کا مرتبہ سب سے بڑھا ہوا ہے۔ ان سے پہلے بعض افراد نے عامۃ المسلمین کے قبور کی زیارت کے لیے سفر کرنے کو ناجائز اور حرام قرار دیا تھا۔ علامہ ابن تیمیہ نے ان لوگوں کے قول کو لے کر تصریح کر دی کہ حضرات انبیا علیہم السلام اور حضرت رحمۃ اللعالمین ﷺ کی قبر مطہر کے لیے سفر کرنا جب کہ نیت صرف زیارت مبارکہ کی ہو حرام ہے۔ اس قول شنیع نے تمام عالم کے مسلمانوں کے دلوں کو زخمی کیا ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی بخاری کی شرح فتح الباری میں اور علامہ قسطلانی نے بھی ارشاد الساری شرح بخاری میں اس قول کو ''من ابشع الاقوال'' لکھا ہے، یعنی اقوال میں نہایت گندہ قول ہے۔ صفی الدین بخاری نے ابن تیمیہ کی حمایت میں رسالہ ''القول الجلی'' لکھا، وہ بھی اس مسئلہ کے بارے میں لکھ رہے ہیں ''**ھو مخطئ فی ذلک اشد الخطا**'' کہ اس مسئلہ میں ابن تیمیہ نے سخت خطا کی ہے۔
>
> (علامہ ابن تیمیہ اور ان کے ہم عصر علما، ص: ۱۰۶، بار اول ۱۹۷۵ء دہلی)

اس سلسلہ میں شیخ ابن تیمیہ کا موقف یہ تھا کہ قبر رسول (ﷺ) کی نیت سے سفر کرنا حرام ہے۔ ہاں مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی نیت سے سفر کرنا جائز ہے کیونکہ احادیث میں مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی فضیلت اور نماز پڑھنے کے ارادے سے سفر کرنے کی ترغیب آئی ہے۔ اس موقف پر بانی جماعت اسلامی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا ریمارک دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ جماعت اسلامی کے وکیل صفائی ماہر القادری مدیر ''فاران'' لکھتے ہیں:

> زیارت قبر نبی (ﷺ) کے بارے میں امام ابن تیمیہ نے جس ضرورت سے زیادہ شدید احتیاط کو ملحوظ رکھا ہے، اس پر مولانا محمد ابو

زہرہ نے گرفت کی ہے۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے محتاط انداز میں
بڑی اچھی بات کہی بلکہ تنقید کی کہ امام ابن تیمیہ کی اس رائے میں بڑا
تکلف پایا جاتا ہے کہ کوئی مسلمان مسجد نبوی کی زیارت کے لیے سفر
کرے اور اپنے ذہن میں روضۂ رسول (ﷺ) کی زیارت کا تصور و
خیال نہ آنے دے۔ حالانکہ جب بھی کوئی مسلمان جانے کا قصد
کرے گا تو مسجد نبوی کے ساتھ روضۂ رسول کی زیارت کا تصور آئے
بغیر رہ ہی نہیں سکتا اور اس تصور کا ذہن میں آنا ذرہ برابر بھی معیوب
بات نہیں ہے۔

(فاران، فروری ۱۹۶۳ء بحوالہ ماہرالقادری کے تبصرے، ص: ۱۴۰،
مرتب طالب الہاشمی مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی)

شیخ ابن تیمیہ کی ایک خاص عادت یہ تھی کہ وہ بات بات پر اجماع ائمہ، جمہور علما اور اکثر علما کا
دعویٰ کر دیا کرتے تھے۔ مسئلہ زیارت کے سلسلہ میں اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے
ایک جگہ لکھتے ہیں:

واما اذا كان قصده بالسفر زيارة قبر النبی دون الصلاۃ فی مسجدہٖ فھٰذہ المسئالة فيها خلاف فالذی عليه الائمة واكثر العلماء ان هٰذا غير مشروع ولا مأموربه.

(مجموعۂ فتاویٰ، ج:۲/ص:٦)

اگر سفر کا مقصد صرف زیارت قبر ہو مسجد نبوی میں نماز کا ارادہ نہ ہو تو یہ
ایسا مسئلہ ہے جس میں اختلاف ہے، ائمہ اور اکثر علما کے نزدیک یہ سفر
ناجائز ہے اور اس کا حکم نہیں دیا گیا۔

اس عبارت پر محدث مصر ڈاکٹر محمود السید صبیح فرماتے ہیں:
میں ابن تیمیہ کے تمام متبعین کو چیلنج کرتا ہوں کہ امام ابو حنیفہ، امام

مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل وغیرہ ائمہ کی کوئی ایسی عبارت پیش کریں جس میں یہ جملہ ہو جس کا ابن تیمیہ نے دعویٰ کیا ہے۔
کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ فقہ کا کوئی ایسا مسئلہ ہے جس میں کہا گیا ہو کہ اگر کوئی شخص حضور کی زیارت کر رہا ہو اور اس وقت اذان ہو جائے تو وہ نماز نہ پڑھے بلکہ کہے کہ میں تو صرف زیارت کے لیے آیا تھا۔ آخر یہ ''ائمہ'' اور ''اکثر علما'' کون ہیں؟ جن کے بارے میں ابن تیمیہ لکھ رہے ہیں؟ (ترجمہ ملخصاً) (اخطا ابن تیمیہ فی حق رسول، ص: ۱۹۸، ۱۹۹)

وہ احادیث جن میں زیارت قبر انور کی ترغیب دی گئی ہے ان کے بارے میں شیخ ابن تیمیہ نے لکھا کہ ''وہ سب کی سب ضعیف بلکہ موضوع ہیں'' اس غلط فہمی بلکہ غلط بیانی کے رد میں امام تقی الدین سبکی (ولادت ۶۸۳ھ وفات ۷۵۶ھ) نے ''شفاء السقام فی زیارت خیر الانام'' لکھی جس میں آپ نے احادیث زیارت کو جمع کر کے ان پر محققانہ اور محدثانہ کلام کیا ہے۔ شیخ ابن تیمیہ کے ایک معتقد علامہ ابن عبدالہادی نے شفاء السقام کے رد میں ''الصارم المنکی'' تحریر کی۔ اہل علم جانتے ہیں کہ ابن عبدالہادی نے اس کتاب میں افراط و تفریط سے کام لیتے ہوئے نہایت غیر علمی اور غیر سنجیدہ طریقہ اختیار کیا ہے۔ علما نے ابن عبدالہادی کے اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ دورِ حاضر کے ممتاز محدث علامہ محمود سعید ممدوح نے اپنی کتاب ''رفع المنارۃ فی تخریج احادیث التوسل والزیارۃ'' میں ''الصارم المنکی'' کے اعتراضات کا تنقیدی جائزہ لیا ہے اور تحقیق وتنقید کا حق ادا کر دیا ہے۔ موصوف کی یہ کتاب شایان مطالعہ ہے۔

مسئلہ زیارت اور تحریف - شیخ ابن تیمیہ کے موجودہ متبعین ومعتقدین نے مسئلہ زیارت میں شیخ ابن تیمیہ کے موقف کی حمایت وتائید میں علمی انداز اپنانے کی بجائے وہ طریقہ اختیار کیا جس کو قرآن کریم نے یہود ونصاریٰ کا عمل فرمایا ہے، یعنی ان حضرات نے اسلاف کی کتابوں میں تحریف وتبدیلی سے بھی دریغ نہیں کیا۔ اس سلسلہ میں راقم الحروف نے ''تحفظ

توحید کے نام پر کتب اسلاف میں تحریف“ کے عنوان سے ایک تفصیلی مقالہ لکھا ہے، جو ماہنامہ جام نور دہلی میں دو قسطوں میں (دسمبر ۲۰۰۷، جنوری ۲۰۰۸) شائع ہو چکا ہے، مقالہ کا ایک اقتباس جو مسئلہ زیارت سے متعلق ہے ہدیۂ قارئین کر کے ہم بات ختم کرتے ہیں۔

امام یحییٰ بن شرف النووی نے اپنی کتاب ”الاذکار“ میں ایک فصل قائم کی ”فصل فی زیارۃ قبر رسول اللہ ﷺ واذکارھا“ (فصل رسول اللہ ﷺ کی قبر کی زیارت اور اس کے اذکار کے بیان میں) یہ اذکار کے تمام قدیم نسخوں میں دیکھا جا سکتا ہے، لیکن جب یہی کتاب ۱۴۰۹ھ میں دارالہدیٰ ریاض سے شائع ہوئی تو اس کے صفحہ ۲۹۵ پر فصل کا عنوان بدل کر یہ کر دیا گیا ”فصل فی زیارۃ مسجد رسول اللہ ﷺ“ (فصل رسول اللہ ﷺ کی مسجد کی زیارت کے بیان میں) صرف اتنا ہی نہیں کیا گیا بلکہ امام نووی کی ایک پوری عبارت کو تبدیل کر دیا گیا، امام نووی نے اس فصل میں تحریر فرمایا تھا کہ ”اعلم انہ ینبغی لکل من حج ان یتوجہ الی زیارۃ رسول اللہ ﷺ سواء کان ذالک طریقہ او لم یکن فان زیارتہ ﷺ من اھم القربات واربح المساعی وافضل الطلبات“ (ترجمہ:۔ جاننا چاہئے کہ جو شخص بھی حج کرے اس کے لیے مناسب ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی زیارت کرے خواہ وہ اس کے راستے میں ہو یا نہ ہو کیوں کہ آپ کی زیارت تقرب حاصل کرنے والے امور میں سب سے اہم، کوششوں میں سب سے زیادہ نفع بخش اور طلبات میں سب سے زیادہ افضل ہے) اس عبارت کو بھی اذکار کے کسی بھی نسخے میں دیکھا جا سکتا ہے، لیکن دارالہدیٰ کے مطبوعہ نسخے میں یہ عبارت یوں کر دی گئی ہے ”اعلم انہ یستحب من اراد زیارۃ مسجد رسول اللہ ﷺ ان یکثر من الصلاۃ علیہ ﷺ“ (ترجمہ:۔ جاننا چاہئے کہ جو شخص بھی مسجد نبوی کی زیارت کا ارادہ کرے اس کے لیے مستحب ہے کہ حضور پر درود کی کثرت کرے) ناشرین نے صرف اسی ایک تحریف پر اکتفا نہیں کیا بلکہ امام نووی نے حضرت محمد بن عبید اللہ العتبی کی یہ ایمان افروز روایت بھی نقل فرمائی تھی کہ ”میں ایک مرتبہ حضور ﷺ کی قبر انور کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی آیا

اوراس نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ میں نے سنا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاء وك فاستغفروا االله واستغفر لھم الرسول لوجدوا االله توابا رحیما (اگر وہ لوگ جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے آپ کے پاس آئیں اور اللہ سے معافی چاہیں، اور رسول ﷺ بھی ان کے لیے مغفرت طلب کریں تو ضرور اللہ کو بڑا توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پائیں گے)اب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اپنے گناہ کی مغفرت چاہتا ہوں اور آپ کو اپنے رب کی بارگاہ میں شفیع بناتا ہوں، پھراس اعرابی نے نعت پاک کے دوشعر پڑھے اور واپس ہوگیا، اس کے بعد مجھے نیند آ گئی میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی آپ نے فرمایا کہ اے عتبی اس اعرابی کے پیچھے جاؤ اور اس کو خوشخبری سنادو کہ اللہ نے اس کی مغفرت فرمادی''۔آپ امام نووی کی ''اذکار'' کا کوئی بھی نسخہ دیکھ لیں آپ کو ایمان میں تازگی اور حب رسول میں اضافہ کرنے والی حضرت عتبی کی یہ روایت مل جائے گی، مگر دارالھدیٰ ریاض کے شائع کردہ نسخے سے یہ روایت حذف کردی گئی ہے۔

رب قدیر ومقتدر ہمیں حق سمجھنے اور حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اس رسالہ کے ترجمہ وتخریج میں مجھ سے جو کوتاہیاں ہوئی ہوں ان کی پردہ پوشی فرما کر مجھے اصلاح کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اسید الحق قادری	۹؍رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ
مدرسہ قادریہ بدایوں	۳۱؍اگست ۲۰۰۹ء

☆☆☆

تعارف مصنف

از: علامہ عبدالحکیم شرف قادری (رحمۃ اللہ علیہ)

لاہور پاکستان

آپ معقول ومنقول کے جامع اور شریعت وطریقت کے شیخ کامل تھے۔عمر عزیز کا بہت بڑا حصہ خلق خدا کے جسمانی و روحانی امراض کے علاج میں صرف کیا۔ ان گنت افراد آپ سے فیضیاب ہوئے، اس کے علاوہ تحریر وتقریر کے ذریعے مسلک اہل سنت و جماعت کے تحفظ کے لیے قابل قدر کوششیں کیں۔

اس دور میں کچھ لوگ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی ''کتاب التوحید'' سے بری طرح متاثر ہو گئے اور شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدست اسرارہم کے مسلک سے منحرف ہوکر فتنۂ نجدیت کو پھیلانے میں بڑے زور وشور سے مصروف ہو گئے۔اس فتنے کے سدباب کے لیے علمائے اہل سنت نے اپنی اپنی جگہ قابل قدر کوششیں کیں، جن میں استاذ مطلق مولانا محمد فضل حق خیرآبادی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بھتیجے اور شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کے صاحبزادے مولانا شاہ مخصوص اللہ دہلوی، مولانا محمد موسیٰ دہلوی، مولانا منور الدین دہلوی (مولانا ابوالکلام آزاد کے والد کے نانا) اور معین الحق شاہ فضل رسول القادری وغیرہم نے نمایاں طور پر احقاق حق کا فریضہ ادا کیا۔ بے شمار سادہ لوح

مکتبہ رضویہ لاہور نے ۱۹۷۲ء میں سیف الجبار شائع کی تھی، علامہ شرف صاحب نے یہ تعارف بطور مقدمہ اس کے لیے تحریر فرمایا تھا۔تعارف بہت جامع ہے، اس لیے نیا تعارفی مضمون لکھنے کے بجائے میں نے اسی کو شامل کرنا زیادہ مناسب سمجھا۔(اسید الحق)

مسلمانوں کے ایمان کا تحفظ فرمایا اور لاتعداد افراد کو راہ راست دکھائی۔ مولوی محمد رضی الدین بدایونی لکھتے ہیں:

''بالخصوص ہنگام اقامت ملک دکن میں وہابیہ و شیعہ بکثرت آپ کے دست مبارک پر تائب ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور نیز جماعت کثیر مشرکین کو آپ کی ہدایت و برکت سے شرف اسلام حاصل ہوا تمام مشائخ کرام وعلمائے عظام بلاد اسلام کے آپ کو آپ کے عصر میں شریعت وطریقت کا امام مانتے ہیں''۔(۱)

آپ کا سلسلۂ نسب والد ماجد کی طرف سے جامع القرآن حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اور والدہ ماجدہ کی طرف سے رئیس المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک پہنچتا ہے۔ آپ کے والد ماجد مولانا شاہ عین الحق عبدالمجید قدس سرہ العزیز (م:۱۲۶۳ھ) کے ہاں متواتر صاحبزادیاں پیدا ہوئیں، لہٰذا آپ کی والدہ ماجدہ بہ کمال اصرار کہا کرتی تھیں کہ ''مرشد برحق شاہ آل احمد اچھے میاں مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں نرینہ اولاد کی دعاء کے لیے گزارش کریں''، لیکن شاہ عین الحق پاس ادب کی بناپر ذکر نہ کرتے۔ جب حضرت شاہ فضل رسول کی ولادت کا زمانہ قریب آیا تو حضرت شاہ آل احمد اچھے میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود فرزند کے پیدا ہونے کی بشارت دی۔(۲)

چنانچہ ماہ صفر المظفر ۱۲۱۳ھ/ ۹۹-۱۷۹۸ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔(۳) حضرت اچھے میاں کے ارشاد کے مطابق آپ کا نام فضل رسول رکھا گیا اور تاریخی نام ظہور محمدی منتخب ہوا۔(۴)

صرف ونحو کی ابتدائی تعلیم جد امجد مولانا عبدالحمید سے اور کچھ والد ماجد مولانا شاہ عبدالمجید سے حاصل کی۔ بارہ برس کی عمر میں مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے پاپیادہ لکھنؤ کا سفر کیا اور فرنگی

۱۔ محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الواصلین، حصہ اول، مطبوعہ نظامی پریس بدایوں ۱۹۴۵ء/ص:۲۵۵

۲۔ ایضاً:ص:۲۵۰

۳۔ رحمٰن علی، تذکرہ علماء ہند: (اردو) مطبوعہ کراچی، ص:۲۸۰

۴۔ محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الواصلین، ص:۲۵۰ (نوٹ) تذکرہ علماء ہند مطبوعہ کراچی میں تاریخی نام ظہور محمد غلط لکھا ہے کیونکہ اس کے مطابق سن ولادت ۱۲۰۳ھ ہونا چاہیے، تاریخی نام ظہور محمدی ۱۲۱۳ھ ہے۔

محل لکھنؤ میں ملک العلماء بحر العلوم قدس سرہ کے جلیل القدر شاگرد مولانا نورالحق قدّس سرہ (م:۱۲۳۸ھ/۱۸۲۲ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مولانا نے خاندانی عزت و عظمت اور ذہانت کے پیش نظر اپنی اولاد سے زیادہ توجہ مبذول فرمائی، حتیٰ کہ آپ چار سال میں تمام علوم و فنون سے فارغ ہوگئے۔(۵)

جمادی الاخریٰ ۱۲۲۸ھ کو حضرت مخدوم شاہ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار کے سامنے عرس کے موقع پر مولانا عبدالواسع لکھنوی، مولانا ظہور اللہ فرنگی محلی اور دیگر اجلۂ علما کی موجودگی میں رسم دستار بندی ادا کی اور وطن جانے کی اجازت دی۔(۶) وطن آکر مارہرہ شریف حاضر ہوئے۔ حضور اچھے میاں آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور دعائیں دے کر فرمایا: ''اب فن طب کی تکمیل کر لینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہاری ذات سے ہر طرح کا دینی و دنیاوی فیض جاری کرنا منظور ہے''۔ چنانچہ آپ نے دھولپور میں حکیم ببر علی موہانی سے طب کی تکمیل کی۔

ابھی آپ دھول پور ہی تھے کہ حضور اچھے میاں قدس سرہ کے انتقال پر ملال کا سانحہ پیش آ گیا۔ وصال سے قبل تنہائی میں شاہ عین الحق عبدالمجید قدس سرہ کو طلب فرما کر طرح طرح کی بشارتوں سے نوازا اور شاہ فضل رسول قادری کے دست شفا کی مبارک باد دی(۷)۔

والد ماجد کے بلانے پر دھول پور سے واپس وطن پہنچے اور مدرسہ قادریہ کی بنیاد رکھی، جہاں سے اہل شہر کے علاوہ دیگر بلاد کے لوگوں نے بھی فیض حاصل کیا، پھر صلۂ رحمی کے خیال سے ملازمت کا ارادہ کیا۔ ریاست بنارس وغیرہ میں قیام کیا، لیکن درس و تدریس کا سلسلہ کہیں منقطع نہ ہوا۔

اس عرصے میں کئی بار والد ماجد کی خدمت میں بیعت کی درخواست کی، ہر دفعہ معاملہ دوسرے وقت پر ٹال دیا جاتا۔ بالآخر معلوم ہوا کہ مقصد یہ ہے کہ جب تک دنیاوی تعلق ختم نہیں کیا جاتا، حصول مقصد میں تاخیر رہے گی، چنانچہ تعلقات دنیاویہ ختم کر کے حاضر ہوئے اور حصول مدعا

۵۔ محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الواصلین، ص:۲۵۱

۶۔ ماہنامہ پاسبان، الہ آباد امام احمد رضا نمبر (مارچ و اپریل ۱۹۶۲ء، ص:۴۸)

۷۔ محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الواصلین، ص:۲۵۱

کی درخواست کی والد ماجد نے قبول فرما کر ''فصوص الحکم شریف'' اور ''مثنوی مولانا روم'' کا بالاستیعاب درس دیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ پر جذب کی کیفیت طاری ہوگئی۔ اکثر اوقات ہولناک جنگلوں میں گزارتے کئی سال تک یہ حالت رہی پھر جا کر سلوک کی طرف رجوع ہوا (۸)۔

آپ کو والد گرامی کی طرف سے سلسلۂ عالیہ قادریہ کے علاوہ سلسلۂ چشتیہ، نقشبندیہ، ابوالعلائیہ اور سلسلۂ سہروردیہ میں اجازت وخلافت حاصل کی تھی۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار اقدس پر معتکف تھے کہ اچانک مدینہ طیبہ کی زیارت کا شوق ایسا غالب ہوا کہ سفر کے خرچ کی فکر کیے بغیر پیادہ پا بمبئی روانہ ہوگئے۔ دو ماہ کا سفر تائیدایزدی سے اس قدر جلد طے ہوا کہ آپ ساتویں دن بمبئی پہنچ گئے حالانکہ زخموں کی وجہ سے کچھ وقت راستے میں قیام بھی کرنا پڑا۔

بمبئی سے سفر مبارک کی اجازت حاصل کرنے کے لیے والد ماجد کی خدمت میں عریضہ لکھا انھوں نے بہ کمال خوشی اجازت مرحمت فرمائی۔ حرمین شریفین پہنچنے کے بعد عبادت وریاضت کے شوق کو اور جلا ملی۔ شب وروز یاد الٰہی میں بسر کیے اور خلق خدا کی خدمت کے لیے پوری طرح کمر بستہ رہے۔

مولوی رضی الدین بدایونی لکھتے ہیں:

''جو کچھ ریاضتیں آپ نے ان اماکن متبرکہ میں ادا فرمائیں بجز قدما اولیاء کرام کے دوسرے سے مسموع نہ ہوئیں۔ حرمین شریفین کی راہ میں پیادہ پا سفر فرمایا اور یتیموں مسکینوں کے آرام پہنچانے میں اپنے اوپر ہر قسم کی تکلیف گوارا کی'' (۹)۔

اسی مبارک سفر میں حضرت شیخ مکہ عبداللہ سراج اور حضرت شیخ مدینہ عابد مدنی سے علم تفسیر و حدیث میں استفادہ کیا، اسی سال کامل جذب وارادت سے بغداد شریف حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ مبارکہ پر حاضر ہوئے اور بے شمار فیوض و برکات حاصل کیے۔

۸۔ محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الواصلین، ص:۲۵۲

۹۔ محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الواصلین، ص:۲۵۳

درگاہ غوثیہ کے سجادہ نشین نقیب الاشراف حضرت سید علی گیلانی نے آپ کو از خود اجازت و خلافت مرحمت فرمائی (۱۰) اور ان کے بڑے صاحبزادے حضرت سید سلمان نے آپ کے تلمذ کا شرف حاصل کیا اور اجازت حاصل کی (۱۱)۔

جب آپ واپس وطن پہنچے تو والد ماجد ۸۰ سال کی عمر میں حرمین شریفین کی زیارت کا قصد فرما کر بمقام بڑودہ پہنچ چکے تھے، حاضر ہو کر گزارش کی کہ اس عمر میں آپ نے اس قدر طویل سفر کا ارادہ فرمایا ہے۔لہٰذا میں مفارقت گوارا نہیں کر سکتا۔ وہیں سے والدہ ماجدہ کی خدمت میں عریضہ لکھ کر اجازت طلب کی اور والد ماجد کے ساتھ پھر سوئے حرمین شریفین روانہ ہو گئے اس سفر میں عبادات و ریاضات کے علاوہ والد مکرم کی خدمت کا حق ادا کر دیا اور ان کی دعاؤں سے پوری طرح بہرہ ور ہوئے۔(۱۲)

مولانا کی ذات والا صفات مرجع انام تھی ان کے پاس کوئی علاج معالجے کے لیے آتا اور کوئی مسائل شریعت دریافت کرنے حاضر ہوتا، کوئی ظاہری علوم کی گھتیاں سلجھانے کے لیے شرف باریابی حاصل کرتا تو کوئی باطنی علوم کے عقدے حل کرانے کی غرض سے دامن عقیدت وا کرتا۔غرض وہ علم و فضل کے نیر اعظم اور شریعت و طریقت کے سنگم تھے، جہاں سے علم و عرفان کے چشمے پھوٹتے تھے، وہ ایک شمع انجمن تھے جن سے ہر شخص اپنے ظرف اور ضرورت کے مطابق کسب ضیا کرتا تھا۔

ذیل میں وہ استفتاء نقل کیا جاتا ہے جو ہند کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر کے دربار سے بعض اختلافی مسائل کی تحقیق کے لیے مولانا شاہ فضل رسول قادری کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا، اصل استفتا، طویل اور فارسی میں ہے، لہٰذا اختصار کے ساتھ اس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:

۱۰۔ رحمٰن علی، تذکرہ علمائے ہند: مطبوعہ کراچی، ص: ۳۸۰

۱۱۔ محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الواصلین، ص: ۲۵۳

۱۲۔ ایضاً

استفتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس شخص کے متعلق جو یہ کہتا ہے کہ دن متعین کر کے محفل میلاد شریف منعقد کرنا گناہ کبیرہ ہے اور محفل مولود شریف میں قیام کرنا شرک ہے اور فاتحہ کرنا طعام وشیرینی پر حرام ہے اور اولیاء اللہ سے مراد چاہنا شرک ہے اور حسب قدیم ختم میں پانچ آیتوں کا پڑھنا بدعت سیۂ ہے اور حضرت نبی کریم ﷺ کے قدم مبارک کا معجزہ حق نہیں ہے اور کہتا ہے کہ تعزیہ کا بالقصد یا بلا قصد دیکھنا کفر ہے اور ہولی دیکھنا اور دسہرے میں سیر کرنا اگرچہ بلا ارادہ ہو تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی عورت پر طلاق ہو جائے گی اور کعبہ شریف و مدینہ منورہ کے خطہ میں کوئی بزرگی نہیں ہے اس وجہ سے کہ اس زمین میں ظلم ہوا ہے اور سننے میں آیا ہے کہ وہاں کے باشندگان ظالم ہیں۔ مدینہ منورہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا اور مکہ معظّمہ میں عبداللہ بن زبیر کو قتل کیا اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ سے باہر کیا۔

پس ایسی صورت میں ان لوگوں کی اقتدا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا مسلمانوں کو ان سے بیعت ہونا درست ہے یا نہیں؟ اور شرع شریف کا ایسے لوگوں پر کیا حکم ہے؟ و نیز ان کے متبعین پر کیا حکم ہے؟ فقط۔

نقل مہر حضرت ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی بادشاہ دیں پناہ وفقہ اللہ لما یحبہ ویرضاہ۔

محمد بہادر شاہ، بادشاہ غازی، ابوظفر سراج الدین

حضرت سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضل رسول قادری نے پندرہ صفحات میں تفصیل سے جواب لکھا اور مسلک اہل سنت و جماعت کو دلائل سے بیان کیا اس فتویٰ پر اجلۂ علما نے تصدیقی دستخط فرمائے۔

آپ نے خدمت خلق، عبادت و ریاضت، درس و تدریس، وعظ وتبلیغ کے مشاغل کے باوجود تصنیف وتالیف کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ سفر وحضر میں آپ کا دریائے فیض کمال کے استحضار

کے ساتھ جاری رہتا۔ آپ نے اعتقادیات، درسیات، طب اور فقہ و تصوف میں قابل قدر کتابیں لکھی ہیں۔ مشہور تصانیف درج ذیل ہیں:

۱۔ سیف الجبار

۲۔ بوارق محمدیہ

۳۔ تصحیح المسائل

۴۔ **المعتقد المنتقد**

۵۔ فوز المؤمنین

۶۔ تلخیص الحق

۷۔ احقاق الحق

۸۔ شرح فصوص الحکم

۹۔ رسالۂ طریقت

۱۰۔ حاشیہ میر زاہد بر رسالہ قطبیہ

۱۱۔ حاشیہ میر زاہد ملا جلال

۱۲۔ طب الغریب

۱۳۔ تثبیت القدمین

۱۴۔ شرح احادیث ملتقطۃ ابواب صحیح مسلم

۱۵۔ فصل الخطاب

۱۶۔ حرز معظم

چند کتب کا قدرے تفصیلی تعارف –

۱. المعتقد المنتقد – (عربی) عقائد اہل سنت پر نہایت اہم کتاب ہے اس میں بعض نئے اٹھنے والے فتنوں کی بھی سرکوبی کی گئی ہے۔ مکہ معظّمہ میں ایک بزرگ کی فرمائش پر لکھی اس پر بڑے بڑے نامور علما مثلاً مجاہد آزادی استاذ مطلق مولانا محمد فضل حق خیر آبادی، مفتی محمد

صدر الدین خاں آزردہ صدر الصدور دہلی، شیخ المشائخ مولانا شاہ احمد سعید نقشبندی اور مولانا حیدر علی فیض آبادی مؤلف منتہی الکلام وغیرہم نے گراں قدر تقریظیں لکھیں اور نہایت پسندیدگی کا اظہار کیا۔

مولانا حکیم محمد سراج الحق خلف الرشید مجاہد عظیم مولانا فیض احمد بدایونی نے اس پر حاشیہ لکھا اور جب یہ کتاب پٹنہ سے شائع ہوئی تو اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی نے "**المعتمد المستند بناء نجاة الابد**" کے نام سے قلم برداشتہ نہایت وقیع حاشیہ تحریر کیا۔ **المعتقد المنتقد** اس لائق ہے کہ اسے درسیات میں شامل کیا جائے۔

۲۔ بوارق محمدیہ المعروف بہ سوط الرحمٰن علی قرن الشیطان (فارسی) - مولوی محمد رضی الدین اس کی تصنیف کا باعث یوں بیان کرتے ہیں:

> ''بالخصوص ردوہابیہ میں جس قدر بلیغ کوشش بحکم اولیا کرام آپ نے فرمائی وہ مخفی نہیں ہے، چنانچہ جب آپ بمقام دہلی حضرت خواجۂ خواجگاں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر مراقب تھے، عین مراقبہ میں آپ نے دیکھا کہ حضور جناب خواجہ صاحب رونق افروز ہیں اور دونوں دست مبارک پر اس قدر کتابوں کا انبار ہے کہ آسمان کی طرف حد نظر تک کتاب پر کتاب نظر آتی ہے، آپ نے عرض کیا کہ اس قدر تکلیف حضور نے کس لیے گوارا فرمائی ہے۔ ارشاد ہوا کہ تم یہ بار اپنے ذمہ لے کر شیاطین وہابیہ کا قلع قمع کرو۔ بہ مجرد اس ارشاد مبارک کے آپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا اور تعمیل ارشاد والا ضروری خیال فرما کر اسی ہفتہ میں کتاب مستطاب بوارق محمدیہ تالیف فرمائی''۔ (۱۳)

اس کتاب کو علما و مشائخ نے نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ مولانا غلام قادر بھیروی (۱۳۲۶ھ) نے ''الشوارق الصمدیہ'' کے نام سے خلاصہ و ترجمہ کیا جو عرصہ ہوا شائع ہو

۱۳۔ محمد رضی الدین بدایونی تذکرۃ الواصلین، ص: ۲۵۴

چکا ہے، اس کی وقعت اور مقبولیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی (م ۱۳۵۶ھ) نے بھی اسے بطور حوالہ ذکر کیا ہے۔

ایک جگہ فرماتے ہیں:

''صاحب بوارق محمدیہ صفحہ ۱۳۱ پر لکھتے ہیں'' (۱۴)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

''در بوارق می نویسد امام احمد وغیرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ھم آن حدیث روایت کردہ اند''۔ (۱۵)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

''این جا برذکر چنداز انفاس متبرکہ حضرت خاتم المحدثین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ نقل نمودہ است آنہارا مولانا فضل رسول قادری حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکتفا نمودہ می آید''۔ (۱۶)

حضور اعلیٰ گولڑوی قدس سرہٗ نے جا بجا بوارق محمدیہ کے حوالہ جات نقل کر کے اور ان پر اعتماد کا اظہار کر کے اس کی قبولیت و صداقت پر مہر تصدیق ثبت فرما دی ہے۔

مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں بیان توحید کے لیے بہت سخت زبان استعمال کی ہے جس کا خود انھوں نے ایک موقع پر اعتراف بھی کیا تھا۔ عقیدۂ توحید کی بنیادی حیثیت سے انکار کر کے کوئی شخص مسلمان نہیں رہ سکتا لیکن ایسا انداز بیان یقیناً قابل تردید ہوگا جس میں شان الوہیت کی عظمت کے اظہار کے لیے شان رسالت کو نظر انداز کر دیا جائے اور تنقیص شان کا ارتکاب کیا جائے۔ بتوں کے حق میں وارد ہونے والی آیات کو انبیا و اولیا کی ذوات مقدسہ پر چسپاں کیا جائے وہ توحید ہرگز قابل قبول نہیں جو شان رسالت کی تنقیص پر مشتمل ہو۔

۱۴۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہٗ، اعلاء کلمۃ اللہ: طبع چہارم، ص: ۱۳۹۔

۱۵۔ ایضاً، ص: ۱۶۳

۱۶۔ ایضاً، ص: ۱۹۵

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہٗ نے اس حقیقت کو بڑے واضح الفاظ میں بیان کیا ہے، فرماتے ہیں:

''الحاصل مابین اصنام وارواح مکمل فرقی ست بین امتیازی ست باہر پس آیات واردہ فی حق الاصنام را بر انبیا و اولیا صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین حمل نمودن کمافی ''تقویۃ الایمان'' تحریفی است قبیح وتخریبی است شنیع''۔(۱۷)

ترجمہ: الحاصل بتوں اور کاملین کی ارواح میں فرق ظاہر و باہر ہے، لہٰذا ان آیات کو انبیا و اولیا پر چسپاں کرنا جو بتوں کے حق میں وارد ہیں، جیسا کہ تقویۃ الایمان میں ہے قبیح تحریف اور بدترین تخریب ہے۔

دیگر علما اسلام کی طرح مولانا شاہ فضل رسول قادری نے بوارق محمدیہ اور سیف الجبار وغیرہ کتب میں تقویۃ الایمان کی اسی قسم کی عبارات پر محض جذبۂ دینی کے تحت عالمانہ تنقید کی ہے۔

۳۔ سیف الجبار (اردو) - متعدد دفعہ مختلف مطابع سے شائع ہو چکی ہے، ہماری معلومات کے مطابق آخری دفعہ دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے شعبۂ تبلیغ کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔(۱۸) اس کا تاریخی نام سیف الجبار المسلول علی الاعداء للابرار ۱۲۶۵ھ ہے۔ اس میں فتنۂ نجدیت کی ابتدا اس کے پھیلاؤ، حرمین شریفین اور دیگر مقامات کے مسلمانوں پر نجدیوں کے لرزہ خیز مظالم کا تفصیلی نقشہ پیش کیا گیا ہے، تاریخی اعتبار سے یہ کتاب بہت اہمیت رکھتی ہے، کیونکہ مصنف نے نجدی مظالم کے اثرات بچشم خود ملاحظہ کیے تھے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

''زیدیہ مذہب سیدوں ساکن نواح مخا وحدیدہ نے مذہب نجدیہ اختیار کر کے مکان کو فوج سے خالی دیکھ کر پھر تاخت و تاراج کیا اور ہر ایک مکان

۱۷۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہٗ، اعلاء کلمۃ اللہ: طبع چہارم، ص: ۱۷۱

۱۸۔ ادارہ مظہر حق بدایوں نے ۱۹۸۵ء میں شائع کی اور اب عنقریب تاج الفحول اکیڈمی بدایوں جدید آب و تاب اور ضروری تحقیق وتحشیہ کے ساتھ شائع کرنے جا رہی ہے۔(اسید الحق قادری)

میں ایک ایک امیر المومنین ہوگیا، عجب ظلم برپا کیا۔ راقم نے ۱۲۵۷ھ میں
اسی حال پر چھوڑا''۔(۱۹)

محمد ابن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں مولوی حسین احمد مدنی کی رائے قابل ملاحظہ ہے، لکھتے ہیں:

''صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتدائے تیرھویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لیے اس نے اہل سنت و جماعت سے قتل وقتال کیا اور ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا۔ ان کے قتل کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا، اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکالیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی و بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے۔ بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکالیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظّمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار اور فاسق شخص تھا''۔(۲۰)

شاہ فضل رسول قادری نے مولوی اسماعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی کو قریب سے دیکھا ان کے عقائد اور عزائم کا بنظر غائر جائزہ لیا، ان کے طور وطریق کو بخوبی جانچا اور پھر ضمیر کی آواز کو بلاکم وکاست تحریر کردیا۔ فرماتے ہیں:

''فاحشہ رنڈیوں کی بھی پیش کش (نذر) لینے میں تامل نہ تھا، یہاں تک کہ جو فرنگیوں کے گھروں میں تھیں، چنانچہ بنارس کا ریزیڈنٹ اگنسن بروگ نام اس کے گھر میں فاحشہ تھی بڑی اختیار والی اور صاحب مقدور مرید ہوئی

۱۹۔ مولانا فضل رسول قادری، سیف الجبار، ص:۴۷

۲۰۔ مولوی حسین احمد مدنی، الشہاب الثاقب، ص:۵۰

اور دس ہزار روپے نذر کیے اور اس کے مرید ہونے سے ریذیڈنٹ نے
بہت خاطر داری کی کہ سید صاحب نے اس کو اپنی بیٹی فرمایا تھا، راقم بھی
وہاں موجود تھا''۔(۲۱)

سیف الجبار میں تقلید کی حقیقت اور امام الائمہ سراج الامۃ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب بڑے دل نشیں پیرائے میں ذکر کیے گئے ہیں۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید (صغیر) ۷ر محرم بروز جمعہ ۱۲۲۱ھ کی صبح علمائے مکہ مکرمہ کے سامنے پیش ہوئی اس وقت نجدی لشکر طائف میں قتل و غارت گری اور مسجد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما منہدم کر کے مکہ مکرمہ جانے کا قصد کر رہا تھا۔ علمائے مکہ مکرمہ نماز جمعہ کے بعد جمع ہوئے اور کتاب التوحید کا مطالعہ کر کے اس کا رد کیا۔ مولانا احمد بن یونس باعلوی اس تردید کو ضبط تحریر میں لائے۔ نماز عصر تک اس کے ایک باب کا رد مکمل ہوا تھا کہ طائف کے مظلوموں کا ایک گروہ مسجد حرام میں پہنچ گیا اور مشہور ہو گیا کہ نجدیہ کا لشکر حرم شریف میں پہنچ کر قتل و غارت کرنے والا ہے۔ اس عام اضطراب کی وجہ سے دوسرے باب پر نظر نہ جا سکی۔

مولانا شاہ فضل رسول قادری نے سیف الجبار کے آخر میں کتاب التوحید کا پہلا باب اور اس پر علمائے مکہ مکرمہ کا رد مع ترجمہ نقل کر دیا ہے۔ جا بجا تقویۃ الایمان کی عبارتیں نقل کی ہیں جن سے یہ عجیب و غریب حقیقت سامنے آتی ہے کہ تقویۃ الایمان اسی کتاب التوحید کا ترجمہ اور شرح ہے، علمائے مکہ مکرمہ کی تقریرات کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی اور مولانا شاہ محمد فضل حق خیرآبادی کی عبارات نقل کی ہیں جن سے یہ امر کھل کر سامنے آجاتا ہے کہ یہ حضرات نہ تو کتاب التوحید کے معتقد ہیں اور نہ تقویۃ الایمان کے مندرجات سے متفق، ان کے عقائد وہی ہیں جو اس وقت کے علمائے مکہ مکرمہ اور علمائے اہل سنت و جماعت کے ہیں۔

شاہ فضل رسول قادری پر عام طور پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انھوں نے انگریز کی حکومت کے

۲۱۔ مولانا فضل رسول قادری، سیف الجبار، ص: ۲،۷۲،۷۳

دور میں منصب افتا قضا اور صدر الصدوری کے ذریعہ اقتدار حکومت کو بحال اور مضبوط تر کیا۔(۲۲)

تعجب ہے کہ جب علمائے دیوبند میں سے مولوی محمد احسن نانوتوی، مولوی محمد مظہر، مولوی محمد منیر، مولوی ذوالفقار علی، مولوی فضل الرحمٰن، مولوی مملوک علی اور مولوی محمد یعقوب نانوتوی وغیرہم بھی ''سرکار انگریز'' کے ملازم تھے (۲۳)، تو فرنگی حکومت کے اقتدار کو مضبوط تر کرنے کا الزام علمائے اہل سنت پر ہی کیوں عائد کیا جاتا ہے؟

پھر یہ نکتہ بھی غور طلب ہے کہ اگر علما منصب افتا و قضا اور صدر الصدوری کو قبول نہ کرتے تو ان مناصب پر فائز ہو کر فیصلہ کرنے والے ہندو ہوتے یا انگریز۔ کیا یہ اچھا ہوتا کہ علما ان مناصب کو قبول نہ کرتے اور مسلمان اپنے مقدمات کے فیصلوں کے لیے ہندو یا انگریز کی کچہریوں میں مارے مارے پھرتے۔

اسی سلسلے میں ہمارے کرم فرما پروفیسر محمد ایوب قادری نے ایک اور بات کہی ہے:

''مولانا فضل رسول بدایونی کی تصانیف کے سلسلے میں ایک بات ہم نے خاص طور پر نوٹ کی ہے کہ ان کی اکثر تصانیف کسی نہ کسی سرکاری ملازم کی اعانت سے شائع ہوئی ہیں'' (۲۴)

بر تقدیر تسلیم ہمارے نزدیک مولانا پر یہ کوئی اعتراض نہیں کہ ان کی اکثر کتابیں کسی نہ کسی سرکاری ملازم کی اعانت سے شائع ہوئی ہیں کیوں کہ انگریز دوستی یا انگریز سے ساز باز بیشک جرم اور قابل اعتراض امر ہے فقط سرکاری ملازم ہونا کوئی جرم کی بات نہیں ہے، بشرطیکہ کسی خلاف اسلام امر میں ان کا تعاون نہ کیا جائے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے مولوی عبدالحئی کو ملازمت کی اجازت دے کر اس قسم کے شبہات کو ختم کر دیا تھا، سرکاری ملازمت سے ہر شخص کے بارے میں یہ رائے قائم کر لینا کہ یہ انگریز کا خیر خواہ و وفادار اور محبّ ہے، کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے کیوں کہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں اکثر و بیشتر انہی علما نے کھل کر حصہ لیا جو انگریز کے دور

۲۲۔ پروفیسر محمد ایوب قادری، مقدمہ حیات سید احمد شہید، نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۶۸ء، ص: ۱۸

۲۳۔ پروفیسر محمد ایوب قادری، مولانا محمد احسن نانوتوی، ص: ۲۶

۲۴۔ پروفیسر محمد ایوب قادری، مقدمہ حیات سید احمد شہید، نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۶۸ء، ص: ۱۸

اقتدار میں صدر الصدور اور افتا وغیرہ کے مناصب پر فائز تھے۔

پھر یہ بھی ایک فکر انگیز حقیقت ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی کی مشہور کتاب تقویۃ الایمان پہلے پہل رائل ایشیاٹک سوسائٹی سے شائع ہوئی، اگر کسی کتاب کو سرکاری ملازم شائع کرے تو ضروری نہیں کہ اس میں حکومت کا ایما شامل ہو اور یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ کتاب سرکاری پالیسی کے مطابق ہو، لیکن جب کسی کتاب کو رائل ایشیاٹک سوسائٹی ایسا سرکاری ادارہ شائع کرے تو معمولی سی سمجھ بوجھ والا آدمی بھی یہ کہے بغیر نہیں رہ سکے گا کہ وہ کتاب یقیناً سرکاری پالیسی کے مطابق ہوگی مخالف ہرگز نہیں ہوسکتی۔

یہ امر بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ اگر مولا فضل رسول قادری کی تصانیف کو کسی ذریعہ سے بھی سرکاری حمایت حاصل ہوتی تو بعض دیگر مصنفین کی طرح ان کی تصانیف بھی کثرت سے طبع ہوتیں، حالانکہ تقویۃ الایمان وغیرہ کتابیں جس کثرت سے اشاعت پذیر ہوئیں، مولانا فضل رسول قادری کی کتابیں اس کثرت سے شائع نہیں ہوئیں۔

مولانا شاہ فضل رسول قادری نے کتنے واضح الفاظ میں انگریزی اقتدار سے نفرت واستحقار کا اظہار کیا ہے اور انگریز کے اقتدار کو دین میں فتنہ وفساد کے پیدا ہونے کا سبب قرار دیا ہے درج ذیل اقتباس سے بآسانی معلوم کیا جاسکتا ہے۔ فرماتے ہیں:

> ''جاننا چاہیے کہ ہندوستان میں بسبب ہوجانے کفر کی حکومت (انگریزی اقتدار) اور نہ رہنے اسلام کی سلطنت کے دین اسلام میں فتنے اور شرع کے احکام میں رخنے پڑ گئے۔ (۲۵)

دوسری جانب مولوی اسماعیل دہلوی کا بیان ملاحظہ ہوتا کہ یہ حقیقت واضح ہوجائے کہ مولانا فضل رسول قادری اور دیگر علما اہل سنت پر انگریز دوستی کے الزام میں کتنی سچائی ہے۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے ایک موقع پر کہا:

> ''انگریزی سرکار گو منکر اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کوئی ظلم وتعدی نہیں کرتی، نہ ان کو فرائض مذہبی اور عبادات لازمی سے روکتی ہے، ہم ان کے ملک میں

۲۵۔ مولانا فضل رسول قادری، سیف الجبار، ص: ۲۷

اعلانیہ وعظ کہتے ہیں اور ترویج مذہب کرتے ہیں۔ وہ کبھی مانع و مزاحم نہیں ہوتی، بلکہ اگر کوئی ہم پر زیادتی کرتا ہے تو اس کو سزا دینے کو تیار ہیں۔ ہمارا اصل کام اشاعت توحید الٰہی اور احیائے سنن سید المرسلین ہے، سو ہم بلا روک ٹوک اس ملک میں کرتے ہیں پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور اصول مذہب کے خلاف بلا وجہ طرفین کا خون گرا دیں"۔(۲۶)

مولانا شاہ فضل رسول قادری کے بارے میں ایک بات یہ بھی کہی جاتی ہے:

"مولانا حیدر علی ٹونکی نے اس سلسلے میں ایک خاص بات یہ لکھی ہے کہ مولوی فضل رسول بدایونی نے مولانا اسماعیل شہید دہلوی کی شہادت (۱۸۳۱ء) کے بیس سال بعد وہابیوں کے رد میں کتابیں لکھنی شروع کیں۔ ظاہر ہے پنجاب کے انگریزوں کے قبضہ میں آ جانے کے بعد مجاہدین کا مقابلہ براہ راست انگریز سے تھا"۔(۲۷)

مولوی اسماعیل دہلوی نے جب تقویۃ الایمان لکھ کر مسلک اہل سنت و جماعت کے خلاف عقائد و افکار کا اظہار کیا تو اکثر و بیشتر علما تحفظ دین و مسلک کی خاطر میدان میں اتر آئے، بعض نے ان سے اور ان کے ہم خیال علما سے مناظرہ کیا۔ مثلاً مولانا شاہ مخصوص اللہ دہلوی، مولانا محمد موسیٰ (صاحبزادگان مولانا محمد رفیع الدین محدث دہلوی) منطق و کلام کے مسلم الثبوت استاذ مولانا محمد فضل حق خیر آبادی، مولانا رشید الدین خاں اور علمائے پشاور وغیرہم بے شمار علماء نے تصنیف و تالیف کے ذریعہ تردید کی۔ بعض نے تقریری طور پر رد و ابطال پر اکتفا کیا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ان میں اکثر و بیشتر حضرات شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے صاحب علم و فضل شاگرد تھے بلکہ خود حضرت شاہ صاحب نے تقویۃ الایمان پر اظہار ناراضگی فرمایا:

"حضرت مولانا شاہ محمد فاخر صاحب الہ آبادی قدّس سرہ فرماتے تھے کہ جب اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان لکھی اور سارے جہان کو مشرک و

۲۶۔ منشی محمد جعفر تھانیسری، حیات سید احمد شہید

۲۷۔ پروفیسر محمد ایوب قادری، مقدمہ حیات سید احمد شہید، نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۶۸ء، ص: ۲۴

کافر بنانا شروع کیا اس وقت حضرت شاہ صاحب آنکھوں سے معذور ہو چکے تھے اور بہت ضعیف بھی تھے۔ افسوس کے ساتھ فرمایا کہ میں تو بالکل ضعیف ہو گیا ہوں، آنکھوں سے بھی معذور ہوں ورنہ اس کتاب اور اس عقیدۂ فاسد کا رد بھی تحفۂ اثنا عشریہ کی طرح لکھتا کہ لوگ دیکھتے''۔ (۲۸)

مولانا شاہ فضل رسول قادری ان علما میں سے تھے جنھوں نے اس نئے فتنے کی تردید کے لئے بھرپور تقریری کام کیا اور جب ضرورت محسوس ہوئی تو تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع کیا اور ایسی کتابیں لکھیں جنھیں اہل علم سر آنکھوں پر جگہ دیتے ہیں۔ مولانا کی ساری زندگی کا مطالعہ کرنے کے بعد ان کی کوششوں میں حفاظت دین کے سوا اور کوئی مقصد نظر نہیں آئے گا۔ کیا اس بات کا ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے کہ انھوں نے اپنی ابتدائی زندگی میں تقریر کے ذریعے عقائد باطلہ کی تردید نہیں کی، حیات اعلیٰ حضرت صفحہ ۲۳۹ تالیف ملک العلما مولانا ظفر الدین بہاری کے مطالعہ سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ مولانا طالب علمی کے زمانہ ہی سے رد وہابیت کی ابتدا کر چکے تھے۔

یہاں اس بات کا ذکر بے جا نہ ہوگا کہ مولانا اسماعیل دہلوی، سید صاحب اور ان کے رفقا کو انگریزوں سے کوئی مخاصمت نہ تھی اور نہ وہ انگریزوں سے جہاد کا ارادہ ہی رکھتے تھے۔ (۲۹)

آپ کے تلامذہ کا سلسلہ بہت وسیع ہے، جس شخصیت نے طویل مدت تک سفر وحضر میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا ہو اس کے شاگردوں کا شمار لازماً دشوار ہوگا، چند فضلا کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے، جنھوں نے آپ کے بحر علم سے استفادہ کیا:

۱۔ مولانا شاہ محی الدین ابن شاہ فضل رسول قادری (م: ۱۲۷۰ھ)

۲۔ تاج الفحول مولانا شاہ محمد عبد القادر محبّ رسول بدایونی ابن مولانا شاہ فضل رسول قادری (م: ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء)

۳۔ مجاہد آزادی مولانا فیض احمد بدایونی

۲۸۔ ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری، ماہنامہ پاسبان، امام احمد رضا نمبر، ص: ۱۹، ۲۰

۲۹۔ اس سلسلے میں مقالات سرسید حصہ شانزدہم مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور کے حاشیہ پر شیخ اسماعیل پانی پتی کا نوٹ ص: ۲۴۸ تا ۲۵۲ اور ص: ۳۱۸ تا ۳۱۹ قابل ملاحظہ ہے۔ نیز سید صاحب کی تحریک کی صحیح پوزیشن سمجھنے کے لئے جناب وحید احمد مسعود بدایونی کی تحقیقی کتاب ''سید احمد شہید کی صحیح تصویر'' مطبوعہ لاہور ملاحظہ کی جائے۔

۴۔ قاضی القضاۃ مولانا مفتی اسد اللہ خاں الہ آبادی (م:۱۳۰۰ھ)
استاد مولوی رحمٰن علی مؤلف تذکرہ علمائے ہند

۵۔ مولانا عنایت رسول چریا کوٹی (۳۰)

۶۔ مولانا شاہ احمد سعید دہلوی (م:۱۲۷۷ھ)

۷۔ مولانا کرامت علی جونپوری (م:۱۲۹۰ھ) مرید سید احمد بریلوی

۸۔ مولانا سید عبد الفتاح گلشن آبادی

۹۔ مولانا عبد القادر حیدر آبادی (م:۱۳۲۹ھ)

۱۰۔ مولانا سید اشفاق حسین (م:۱۳۲۸ھ)

۱۱۔ مولانا خرم علی بلہوری (م:۱۲۷۳ھ)

۱۲۔ مولانا حکیم محمد ابراہیم سہارنپوری

۱۳۔ سید بنیاد شاہ سنبھلی

۱۴۔ مولانا سید خادم علی

۱۵۔ مولانا سید ارجمند علی

۱۶۔ مولانا سید اولاد حسن خلف سید آل حسین

۱۷۔ مولانا غلام حیدر

۱۸۔ مولانا جلال الدین رئیس سوتھہ محلّہ

۱۹۔ مولانا فصاحت اللہ متولی

۲۰۔ مولانا امانت حسین دانش مند

۲۱۔ مولانا بہادر شاہ دانش مند وغیرہ وغیرہ

آپ کے مریدین کا سلسلہ عرب و عجم میں پھیلا ہوا تھا، بے شمار لوگ مذاہب باطلہ اور عقائد فاسدہ سے تائب ہوکر آپ کے دست حق پر بیعت ہوئے۔

آپ کے چند مریدین کے نام یہ ہیں:

۳۰۔ نامور فاضل مولانا محمد فاروق چریا کوٹی استاذ شبلی نعمانی، مولانا عنایت رسول کے چھوٹے بھائی اور شاگرد تھے۔

تاج الفحول مولانا شاہ محمد عبدالقادر محبّ رسول بدایونی خلف رشید شاہ فضل رسول قادری، مولانا حکیم سراج الحق ابن مولانا فیض احمد بدایونی (م:۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۵ء)،مولانا سید نبی حسنی حسینی شاہجہاں پوری (م:۱۲۷۸ھ)،مولانا حکیم عبدالعزیز،مولانا عبیداللہ بدایونی مدرس مدرسہ محمدیہ بمبئی (م:۱۳۱۵ھ)، ملا اکبر شاہ افغانی،مولانا عون الحق،حافظ محمد ضیاء الدین حیدرآباد دکن،قاضی حمیدالدین خاں مچھلی بندر،شیخ محمد صدیق متوطن بریلی،شیخ عبدالرحیم رئیس بدایوں،شیخ عبدالہادی ملقب بہ شاہ سالارو غیرہ وغیرہ۔

جب آپ کی عمر شریف ۷۷ برس کی ہوئی تو آپ کے شانوں کے درمیان پشت پر زخم نمودار ہوا ایک دن قاضی شمس الاسلام عباسی جو آپ کے والد ماجد کے مرید تھے، سے آپ نے فرمایا:

> ''قاضی صاحب بمقتضائے 'واما بنعمة ربک فحدث' آج آپ سے کہتا ہوں کہ دربار نبوت سے استیصال فرقہ وہابیہ کے لیے مامور کیا گیا تھا۔الحمدللہ! کہ فرقۂ باطلہ اسماعیلیہ واسحاقیہ کا رد پورے طور ہو چکا، دربار نبوت میں میری یہ سعی قبول ہوچکی، میرے دل میں اب کوئی آرزو باقی نہ رہی میں اس دارفانی سے جانے والا ہوں''۔(۳۱)

آخری دنوں میں کمزوری بہت زیادہ ہوگئی تھی مگر عبادت، ریاضت اور تہجد کے لیے شب بیداری میں دن بہ دن اضافہ ہوتا گیا۔۲۰؍جمادی الاخریٰ ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء بروز جمعرات خلف رشید مولانا شاہ محمد عبدالقادر قادری بدایونی کو بلا کر نماز جنازہ کی وصیت کی،ظہر کے وقت اسم ذات کے ذکر خفی میں مصروف تھے کہ اچانک دو دفعہ بلند آواز سے اللہ اللہ کہا ایک نور دہن مبارک سے چمکا اور بلند ہو کر غائب ہوگیا اور ساتھ ہی روح قفس عنصری سے اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کرگئی۔انا للہ و انا الیه راجعون.

رحلت کے وقت ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی پھر بھی ہزارہا افراد نے جنازہ میں شرکت کی۔ مغرب کے بعد عیدگاہ شمسی میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور شب جمعہ والد ماجد کے روضہ میں مدفون

۳۱۔ ماہنامہ پاسبان، امام احمد رضا نمبر، ص:۵۳

ہوئے (۳۲)۔ مولوی عبدالسلام سنبھلی نے یہ قطعہ تاریخ کہا ہے۔

معدن فضل الٰہی حضرت فضل رسول پیشوائے اہل عرفاں سرور اہل قبول
واقف اسرار شرع و کاشف استار دیں ماہر کامل بہر فن از فروعش تا اصول
سطوت تقریر او بگداخت جان منکراں ہیبت تحریر او انداخت در کنج خمول
جامع علم و ولایت دافع آثار جہل قامع بنیاد کفر و رافع اوج قبول
رفت از دنیا و دنیا از غم او تیرہ شد کرد روشن منزل اول بانوار نزول
ایں جہاں را سنگ ماتم برجبین مدعاست آنجہاں را گوہر مقصود در دست وصول
خاستم تاریخ وصل وے نویسم ناگہاں شد بمن الہام از روحش ''انا فضل الرسول''

۱۲۸۹ھ (۳۳)

مولانا معین الدین نے درج ذیل تاریخ وصال کہی ہے:

حضرت فضل رسول نامدار با فضیلت با کرم با افتخار
کان فی عز و فضل کاملا فضله کالشمس فی نصف النهار
واقف اسرار علم و معرفت مرشد دیں سر حق را رازدار
دوئم از ماہ جمادی الآخرہ راہ دار آخرت کرد اختیار
وقت رحلت داشت شغل ذکر حق بود از دم ضرب اذکار آشکار
ناگہاں آورد با جہر تمام اسم ذات پاک حق بر لب دو بار
اللہ اللہ گفت و جاں دادہ بحق کرد برنام خدا جاں را نثار
گشت مفہوم آں زماں از شش جہت لفظ اللہ از در و دیوار و دار

☆☆☆

۳۲۔ محمد رضی الدین بدایونی تذکرۃ الواصلین، ص: ۲۵۴

۳۳۔ ایضاً

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال (۱)

رسالہ منتہی المقال میں شرح صحیح مسلم کی نقل کردہ عبارت سے ظاہر ہے کہ ابومحمد جوینی، قاضی عیاض اور قاضی حسین بھی مسئلہ شدرحال میں شیخ ابن تیمیہ کے حامی وموافق ہیں، لہٰذا اس شدومد کے ساتھ صرف ابن تیمیہ پر طعن وتشنیع کرنے اور دوسروں سے صرف نظر کرنے کی کیا وجہ ہے؟ قاضی عیاض کا زمانہ ابن تیمیہ سے پہلے کا ہے یہ بات تو ہمیں معلوم ہے اور بظاہر ابومحمد جوینی اور قاضی حسین بھی ابن تیمیہ سے پہلے کے ہیں۔ بہرحال جب ابن تیمیہ سے پہلے بھی (شدرحال کے مسئلہ میں) یہ مذہب منقول ہے اور قاضی عیاض جیسے لوگوں نے اس کو اختیار کیا ہے، پھر خاص کر صرف ابن تیمیہ پر لعنت وملامت کی کیا وجہ ہے؟ سائل چاہتا ہے کہ سوال کا جواب تحقیقی اور حوالوں سے مزین ہو نہ کہ الزامی وعقلی۔

سوال (۲)

صاحب رسالہ منتہی المقال تحریر فرماتے ہیں:

پس آنچہ از ابومحمد جوینی از شافعیہ وقاضی عیاض وقاضی حسین منقول است از تحریم شد رحال بقصد زیارت جانب قبور صالحین و دیگر مواضع فاضلہ و تمسک ایشاں بایں حدیث درصورت صحت نقل خطائے فاحش ست و مخالف قواعد اصول فقہ و اہل عربیت ومحاورۂ فصحاست ومباین است باغرض مسبوق لہ الحدیث ومورد آں کہ بطریق دیگر مروی شدہ وخلاف جمہور وسواد اعظم از محدثین وفقہائے حنفیہ وشافعیہ است۔(۱)

۱۔ منتہی المقال، ص:۱۵، ۱۶، مطبع شرف المطابع دہلی ۱۲۶۸ھ

ترجمہ: قبور صالحین اور دیگر مقامات مقدسہ کی زیارت کے لئے سفر کا قصد حرام ہونے کے سلسلہ میں جو کچھ ابو محمد جوینی شافعی اور قاضی عیاض اور قاضی حسین سے منقول ہے اور ان حضرات کا اس حدیث سے دلیل لانا (اگر ان کی طرف اس کی نسبت درست ہے تو) یہ خطاء فاحش ہے، نہ صرف یہ کہ یہ اصول فقہ، قواعد عربیہ اور محاورۂ فصحاء کے خلاف ہے بلکہ حدیث پاک کی غرض اور اس کے مورد (جو دوسرے طریقے سے مروی ہے) کے بھی مباین ہے۔ نیز خلاق جمہور اور محدثین وفقہا کے سواد اعظم کے بھی خلاف ہے۔

سوال یہ ہے کہ اس مصنف رسالہ سے پہلے علمائے معتبرین میں سے کسی نے ان علمائے اعلام (امام جوینی، قاضی عیاض وغیرہ) کے بارے میں اس قسم کا (سخت) کلام کیا ہے؟ حالانکہ اس مسئلہ کی نسبت ان کی جانب ظاہر تھی، اگر کسی نے ایسا کلام کیا ہے تو ارشاد فرمایا جائے؟

اپنی کم علمی کے باعث ابو محمد جوینی اور قاضی حسین کا مرتبۂ علمی ہمیں معلوم نہیں، اس بحث کے علاوہ ہم نے ان دونوں حضرات کا نام نہیں سنا تھا، ہاں قاضی عیاض کی عظمت شان اور جلالت منزلت عوام وخواص کے ذہن میں جتنی ہے وہ ظاہر ہے۔ صاحب رسالہ (منتہی المقال) کا قاضی عیاض کے بارے میں اس قسم کے الفاظ استعمال کرنا طبیعت کو گوارا نہیں ہوا، صاحب رسالہ نے (اس سلسلہ میں علما کی) جو عبارتیں نقل کی ہیں ان میں قاضی عیاض کا نام نہیں ہے صرف شرح مسلم کی ایک عبارت میں قاضی عیاض کا نام ہے مگر اس میں بھی اس قسم کی طعن وتشنیع نہیں ہے جیسی مفتی صاحب نے (شد رحال کو حرام کہنے والوں کے ساتھ) روا رکھی ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ محققین علما نے سفر زیارت کو حرام اور مکروہ نہیں کہا ہے بس، مختلف مذاہب کو نقل کر کے کسی مذہب کو ترجیح دینا ایک الگ بات ہے مگر مفتی صاحب نے جو طعن وتشنیع کی ہے وہ الگ چیز ہے۔

سوال (۳)

مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ:

فی شفاء القاضی عیاض ”وشد الرحال إلی قبر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم واجب یرید بالوجوب ھھنا وجوب ندب و ترغیب و تاکید“.(۱)

ترجمہ: شفا قاضی عیاض میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر انور کی طرف سفر کرنا واجب ہے، یہاں وجوب سے مراد (واجب و فرض نہیں بلکہ) وجوب ترغیب وتاکید ہے۔

سوال یہ ہے کہ پہلے آپ قاضی عیاض کے بارے میں نقل کر چکے کہ ان کے نزدیک سفر کی حرمت مختار ہے اور اس بنا پر ان پر طعن و تشنیع بھی کر چکے اب اسی مسئلہ میں قاضی عیاض کی جانب اس عبارت کی نسبت بعید ہے اور پھر مزے کی بات یہ کہ قاضی عیاض کی شفا میں اس عبارت کا نام ونشان بھی نہیں ہے، اس کمترین نے خود تلاش کیا مگر نہیں پایا۔

سوال (۴)

ابن تیمیہ کے مطاعن ایسی کتابوں کے حوالے سے تحریر فرمایئے جو آپ کے کتب خانے میں موجود ہوں تا کہ یہ کمترین خود اپنی آنکھوں سے ان عبارتوں کو دیکھ سکے اور عبارتیں دیکھنے کے لیے شاہجہاں آباد (دہلی) نہ جانا پڑے، کیونکہ بعض لوگوں کو ان عبارتوں کی نقل (کی صحت) میں کلام ہے۔

سوال (۵)

جس طرح کہ ابن تیمیہ کے مطاعن بعض علما سے منقول ہیں، ایسے ہی ان کے محامد ومحاسن

۱۔ منتہی المقال، ص:۲۳، مطبع شرف المطابع دہلی ۱۲۶۸ھ

بھی علما سے منقول ہیں۔

سوال (٦)

ابن تیمیہ حنبلی تھے اور بے شمار مسائل میں مذاہب اربعہ کے علما نے آپس میں اختلاف کیا ہے اور یہ بات مشہور ہے کہ حق انہیں چار مذاہب میں دائر ہے، لہٰذا یہ مسئلہ بھی اسی قسم کے مسائل میں سے ہوسکتا ہے۔

سوال (٧)

اسی رسالہ (منتہی المقال) میں لکھا ہے کہ:

ابن تیمیہ وابن حزم ان کے سردار اور سرخیل ہیں۔(١)

سوال یہ ہے کہ کیا ابن حزم بھی حنبلی تھے؟ یا پھر صرف اسی مسئلہ میں وہ ابن تیمیہ کے موافق ہیں، اگر موافق ہیں (تو) صراحت کے ساتھ (ان کا قول) نقل فرمائیں اور اگر نہیں تو یہاں ان کے ذکر سے کیا فائدہ؟

جواب (١،٢،٣)

پہلے سوال کا تحقیقی اور مدلل جواب یہ ہے کہ امام ابو محمد جوینی نے جو سفر کی حرمت کا قول کیا ہے، وہ اس سفر کے بارے میں ہے جو ان تین مساجد (مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ) کے علاوہ کسی مسجد کی طرف ہو۔ حالانکہ محققین علما کا قول مختار یہ ہے کہ ایسا سفر نہ حرام ہے نہ مکروہ اور زیر بحث حدیث کا معنی یہ ہے کہ فضیلت تامہ خاص طور سے صرف انہیں تین مسجدوں کی طرف سفر کرنے میں ہے، یعنی ان تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف سفر کرنے میں فضیلت تامہ نہیں ہے اور شرح مسلم کی اس عبارت ”**كالذهاب إلى قبور الصالحين**“ میں خلل واقع ہوا ہے۔ حافظ ابن حجر مکی نے اپنی کتاب الجوہر المنظّم میں امام سبکی کے حوالہ سے پوری بحث نقل کی ہے

١۔ منتہی المقال، ص:۴، مطبع شرف المطابع دہلی ١٢٦٨ھ

(اس کی تفصیل یہ ہے کہ) امام نووی نے شرح مسلم میں فرمایا:

اختلف العلماء فی شد الرحال إلی غیر المساجد الثلاثة کالذهاب إلی قبور الصالحین وإلی المواضع الفاضلة فذهب ابو محمد الجوینی من اصحابنا إلی حرمتهٖ وهو الذی اشار القاضی عیاض إلی اختیارهٖ والصحیح عند اصحابنا وهو الذی اختاره امام الحرمین والمحققون انه لا یحرم ولا یکره قالوا والمراد ان الفضیلة التامة انما هی فی شد الرحال إلی هٰذه الثلاثة خاصة. (۱)

ترجمہ: ان تین مساجد کے علاوہ دیگر مقامات مثلا صالحین کی قبریں اور دوسرے فضیلت والے مقامات کی طرف سفر کرنے میں علما کا اختلاف ہے، شیخ ابومحمد جوینی (جو ہمارے اصحاب شافعیہ میں سے ہیں) نے اس کو حرام کہا ہے اور قاضی عیاض نے بھی اسی کے مختار ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ لیکن ہمارے اصحاب کے نزدیک صحیح یہ ہے اور اسی کو امام الحرمین اور محققین نے اختیار فرمایا ہے کہ (ان تین مساجد کے علاوہ دیگر مقامات کی طرف سفر کا قصد و ارادہ کرنا) یہ نہ حرام ہے نہ مکروہ۔ ہمارے اصحاب (شافعیہ) نے فرمایا کہ فضیلت تامہ خاص کر صرف انہیں تین کی طرف سفر کرنے میں ہے۔

(اس پر امام سبکی نے تنقید کرتے ہوئے بحث کی ہے جس کا خلاصہ حافظ ابن حجر نے نقل کیا ہے) امام سبکی فرماتے ہیں:

ووقع فیه خلل بتمثیلهٖ له بما ذکر المقتضی لکون ابی محمد یقول بحرمتهٖ والذی قاله فی شرح مسلم فی غیر هٰذا

۱۔ شرح مسلم النووی: کتاب الحج، باب سفر المرأة مع محرم إلی حج وغیرہ

الـمـوضع وفي شرح المهذب وغيره و سبقهٗ إليه الرافعي ان فـرض المسئلة في قصد المساجد فيحمل كلام ابي محمد عليه. اما من قصد الا غراض الصحيحة في المساجد وغيرها مـن الامكنة من الزيارة والاشتغال بالعلم ونحو هما فلم يتكلم فيـه ابو محمد ولا يجوز ان ينسب إليه المنع منه ولو قال هو أو غيـره مـمن يقبل كلامه الغلط لحكمنا بغلطهٖ وانه لم يفهم مـقـصـود الـحـديث وكذلک كلام القاضي عياض ليس فيه تعرض لزيارة الموتىٰ بصريح الاشارة انتهى المقصود منه.(۱)

ترجمہ: اس عبارت میں خلل واقع ہوا ہے، ان کے مثال دینے کی وجہ سے...... کیونکہ ابومحمد (جوینی) نے اسی (سفر) کی حرمت کا قول کیا ہے (جو مساجد ثلاثہ کے علاوہ کسی مسجد کی جانب ہو، قبور صالحین کا وہاں کوئی ذکر نہیں ہے) امام نووی نے خود شرح مسلم میں ایک دوسرے مقام پر اور پھر شرح مہذب وغیرہ میں بھی جو کچھ فرمایا ہے اور ان سے پہلے امام رافعی فرما چکے ہیں (وہ یہ ہے) کہ یہاں پر مسئلہ مسجدوں کی طرف (فضیلت کی تلاش میں) سفر کرنے کا ہے، لہٰذا امام ابومحمد جوینی کے کلام کو اسی پر محمول کیا جائے گا۔ رہا یہ کہ دوسری اغراض صحیحہ کی خاطر مساجد یا دوسرے مقامات کے سفر کا قصد وارادہ کرنا مثلاً زیارت کی خاطر یا طلب علم وغیرہ کے لیے تو (صاف ظاہر ہے کہ) ابومحمد نے اس میں کلام نہیں کیا ہے۔ (لہٰذا) یہ جائز نہیں ہے کہ ان کی جانب (اس قسم کے سفر کی) حرمت کو منسوب کیا جائے اور اگر (بالفرض) انھوں نے یا ان کے علاوہ کسی ایسے شخص نے یہ بات کہی ہوتی جس کی غلط بات کو بھی قبول کرلیا جاتا ہے تب بھی اس کو ہم غلط ہی

۱۔ الجوہر المنظم: ابن حجر مکی، ص:۳۳، ۳۴، دار جوامع الکلم قاہرہ ۱۹۹۲ء

کہتے اور (ایسی بات کہنے کی صورت میں) یقیناً انھوں نے حدیث کے معنی ومقصود کو (کما حقہ) نہیں سمجھا، اسی طرح قاضی عیاض کے کلام میں بھی اموات (قبور) کی زیارت کے سلسلہ میں کوئی بات نہیں ہے نہ صراحتاً نہ اشارۃً۔ امام سبکی کی عبارت کا خلاصہ تمام ہوا۔

یہ جو کچھ ہم نے نقل کیا اس سے امام ابو محمد جوینی وغیرہ کی ابن تیمیہ سے مخالفت ثابت ہوگئی اور یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ (منتہی المقال کے) مصنف (مفتی صدرالدین آزردہ) نے اس مسئلہ کے ضمن میں صرف ابن تیمیہ پر ہی طعن کیوں کیا ہے؟ ہماری نقل کردہ عبارت جس طرح کہ پہلے سوال کا شافی جواب ہے ویسا ہی دوسرے سوال کا جواب بھی اسی سے ہو جاتا ہے، کیونکہ منتہی المقال کے مصنف نے قاضی عیاض یا امام ابو محمد جوینی پر طعن نہیں کیا ہے بلکہ انھوں نے صرف اتنا فرمایا ہے کہ ''اگر (ان دونوں حضرات کے اقوال کی) نقل صحیح ہے تو پھر یہ خطائے فاحش ہے''، اور یہی امام سبکی کے کلام کا حاصل ہے جیسا کہ انھوں نے فرمایا:

ولو قاله هوا وغيره ممن يقبل كلامه الغلط لحكمنا بغلطه (۱)

ترجمہ: اگر انھوں نے یا ان کے علاوہ کسی ایسے شخص نے یہ بات کہی ہے جس کی غلط بات بھی قبول کی جاتی ہے تب بھی ہم اس کو غلط ہی کہیں گے۔

اسی کے ساتھ ساتھ جو تیسرے سوال میں قاضی عیاض کی طرف ایک عبارت کی نسبت کو بعید قرار دیا گیا تھا وہ وہم بھی (اسی عبارت سے) جاتا رہا۔ ایسا لگتا ہے کہ مصنف منتہی المقال کے کلام میں جو یہ قید تھی کہ ''صحت نقل کی صورت میں......'' اس پر ناظرین نے التفات نہیں کیا اور وہ جو (تیسرے سوال میں) شفاء میں اس عبارت کا نام ونشان نہ پانے کو طرفہ تماشہ قرار دیا ہے، (اس کی حقیقت یہ ہے کہ) یہ یا تو (آپ کے پیش نظر کتاب الشفا کے) نسخے کا قصور ہے یا پھر یہ آپ کی تلاش وتتبع کا قصور ہے، ملا علی قاری کی شرح شفا جس میں شفا کا متن بھی ہے فقیر کے پاس موجود ہے، اس نسخہ کے متن میں مذکورہ عبارت موجود ہے اور اس عبارت کو شارح نے اپنی شرح

۱۔ الجواہر المنظم: ابن حجر مکی، ص: ۳۳، ۳۴، دار جوامع الکلم قاہرہ ۱۹۹۲ء

میں بھی ذکر کیا ہے، متن شفا میں ہے:

کرّہ مالک ان یقال زرنا قبر النبی صلی اللّٰہ علیہ و الہ وسلم.

ترجمہ: امام مالک نے اس بات کو مکروہ قرار دیا ہے کہ کوئی یہ کہے کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کی قبر کی زیارت کی۔

اس کے بعد امام قاضی عیاض نے اس کی مختلف توجیہات ذکر کی ہیں، پھر لکھتے ہیں:

قال ابو عمران الفاسی فان الزیارۃ مباحۃ بین الناس و واجب شد الرحال إلی قبرہٖ صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم یرید بالوجوب ھٰھُنا وجوب ندب و ترغیب لا وجوب فرض. (۱)

ترجمہ ابوعمران الفاسی نے فرمایا کہ لوگوں کے درمیان زیارت مباح ہے اور آپ ﷺ کی قبر انور کی طرف (زیارت کے قصد سے) سفر کرنا واجب ہے۔ یہاں وجوب سے مراد وجوب برائے ندب و ترغیب ہے نہ کہ وجوب برائے فرض۔

جواب (۴)

لوگوں کا نقل عبارت میں بغیر حجت اور بغیر دلیل کے کلام کرنا قابل التفات نہیں ہے، فقیر کے پاس دوسرے علوم کی بنسبت اس فن کی کتابیں زیادہ نہیں ہیں، بہر حال جو تھوڑی کتابیں موجود ہیں ان میں جو کچھ بھی اس بحث سے متعلق موجود ہے نقل کیا جاتا ہے، جس وقت بھی آپ چاہیں تشریف لاکر مطالعہ فرمائیں۔

علامہ خفاجی اپنی (کتاب نسیم الریاض) شرح شفا میں یہ حدیث "**لعن اللّٰہ الیھود والنصاریٰ الذین اتخذوا قبور انبیاء ھم مساجد**" (یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو جنھوں نے اپنے انبیا کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا) لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

۱۔ کتاب الشفاء: القسم الثانی، الباب الرابع، فصل فی حکم زیارۃ قبرہ

هٰذا الحديث هو الذی دعا ابن تیمیة و من تبعهٗ کابن القیم إلی مقالته الشنیعة التی کفروه بها و صنف فیها السبکی مصنفاً مستقلاً و هی منعه من زیارة قبر النبی صلی اللّٰه علیه و آله وسلم و شد الرحال إلیه و هو کما قیل.

لمهبط الوحی حق ترحل البخت

وعند هٰذا المرجیٰ ینتهی الطلب

فتوهم انه حمٰی جانب التوحید بخرافات لا ینبغی ذکرها فانها لا تصدر عن عاقل فضلاً عن فاضل سامحه اللّٰه تعالیٰ.

ترجمہ: یہی وہ حدیث ہے جس کی بنیاد پر ابن تیمیہ اور اس کے متبعین مثلاً ابن قیم وغیرہ نے ایک نہایت گندی بات کہی، جس کی وجہ سے علما نے ان کی تکفیر کی، اور امام سبکی نے اس سلسلہ میں ایک مستقل کتاب تصنیف فرمائی اور وہ (گندی بات) ابن تیمیہ وغیرہ کا نبی کریم ﷺ کی قبر انور کی زیارت اور اس کی طرف بالقصد سفر کرنے کو منع کرنا ہے۔

حالانکہ زیارت قبر نبی ﷺ ایسی چیز ہے کہ جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ مہبط وحی رسول کریم ﷺ کا حق ہے کہ ان کی زیارت کے لیے سفر کیا جائے، اور آرزو کی انتہا اسی امید گاہ تک ہوتی ہے۔

ابن تیمیہ نے گمان کیا کہ انھوں نے اپنی ان خرافات کے ذریعہ توحید کا تحفظ کیا ہے حالانکہ ان کی وہ خرافات ایسی ہیں کہ جن کا ذکر تک کرنا مناسب نہیں ہے اس لیے کہ اس قسم کی باتیں کسی عقل مند سے بھی صادر نہیں ہوسکتیں چہ جائے کہ (علوم اسلامیہ کے) ایک فاضل سے، اللہ ان کو معاف فرمائے۔

حضرت بحرالعلوم (مولانا عبدالعلی فرنگی محلی) قدس سرہٗ رسالہ ارکان اربعہ میں فرماتے ہیں:

اعلم ان زيارة قبر رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وآلہٖ وسلم باتفاق مشائخنا الكرام وباتفاق الشافعية والمالكية و جماهير الحنبلية من اعظم المندوبات و منبع البركات وفى شرح المختار انما قريبة من الواجب لمن له سعة ولا يحتاج فى هٰذا الحكم إلى دليل زائد بعد التصديق بانه صلى اللّٰہ عليه وسلم افضل الرسل ومن انكره هٰذا كما نقل عن ابن تيميه و متبعيه فقد سفه نفسه وانكر الواضحات الاسلامية وسد طريق وصول البركات العظيمة وبالجملة ان زيارة قبر رسول اللّٰہ ﷺ من اعظم مهمات القربات بعد الفرائض والقول بانه لا فائدة فيها جهل عظيم وحرمان من خير جسيم وقول من لا عقل له ولاادب له و امثال هٰذه الا قاويل لا ينبغى ان يتفوه بها فضلاً ان يظن بها واستدلا لهم بحديث لا تشد الرحال دليل على غاية جهل المستدل به على ذلک فان المعنٰى لا تشدالرحال للصلوٰة فى مسجد سوىٰ هٰذه المساجد. (۱)

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر انور کی زیارت ہمارے مشائخ کرام، شافعی، مالکی اور جمہور حنابلہ کے نزدیک متفقہ طور پر اعظم مندوبات اور منبع برکات میں سے ہے، شرح مختار میں ہے کہ جو شخص زیارت کی استطاعت رکھتا ہو اس کے لیے تو یہ قریب الواجب ہے، اس بات کی تصدیق کے بعد کہ آپ ﷺ رسولوں میں سب سے افضل ہیں اس (زیارت قبر انور) کے حکم میں مزید کسی دلیل کی حاجت نہیں ہے۔ جس شخص نے بھی اس کا انکار کیا جیسا کہ ابن تیمیہ اوران کے متبعین کی طرف

۱۔ رسائل الارکان: الرسالۃ الرابعۃ فی الحج، فصل فی زیارۃ المدینۃ المنورۃ، ص: ۲۷۸، مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳۲۸ھ

سے منقول ہے تو اس نے سفاہت سے کام لیا اور واضح اسلامی احکام کا انکار کیا، عظیم برکتوں کے حصول کے طریقے کو بند کر دیا، خلاصہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر انور کی زیارت فرائض کے بعد ان امور میں سب سے عظیم ہے جن کے ذریعہ تقرب إلی اللہ حاصل کیا جاتا ہے، یہ کہنا کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں، یہ بڑی جہالت اور ایک بڑی خیر سے محرومی ہے اور یہ اسی شخص کا قول ہوسکتا ہے کہ جس کے پاس نہ عقل ہے نہ ادب۔ اس قسم کے اقوال اس قابل بھی نہیں ہیں کہ ان کا تصور بھی کیا جائے چہ جائے کہ ان کو زبان سے ادا کیا جائے۔ (زیارت قبر رسول کی حرمت پر) حدیث لاتشدالرحال سے ان کا دلیل لانا یہ خود دلیل دینے والے کی جہالت کی دلیل ہے، اس لیے کہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ نماز پڑھنے کے ارادہ سے ان تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد کے سفر کا قصد نہ کیا جائے۔

حافظ ابن حجر مکی الجوہر المنظم میں فرماتے ہیں:

فان قلت كيف تحكى الا جما ع السابق على مشروعية الزيارة والسفر اليها وطلبها وابن تيمية من متأخرى الحنابلة منكر لمشروعية ذلک كله كما رآه السبكى فى خطه؟ وأطال – أعنى ابن تيمية – فى الاستدلال لذلک بما تمجه الاسماع، وتنفرعنه الطباع بل زعم حرمة السفر لها إجماعا وأنه لا تقصر فيه الصلاة، وأن جميع الاحاديث الواردة فيها موضوعة، وتبعه بعض من تأخر عنه من أهل مذهبه.

قلت: من هو ابن تيمية حتى ينظر إليه أو يعوّل فى شىء من أمور الدين عليه؟ وهل هو الا – كما قال جماعة من الأئمة الذين تعقبوا كلماته الفاسدة، وحججه الكاسدة، كالعز بن

جماعة– عبدأضله اللّٰه تعالى وأغواه، وألبسه رداء الخزى وأرداه، وبوّاه من قوّة الافتراء والكذب ما أعقبه الهوان، و أوجب له الحرمان؟! قد تصدى شيخ الاسلام، وعالم الأنام المجمع على جلالته، واجتهاده وصلاحه وامامته، التقى السبكى قدس اللّٰه تعالىٰ روحه، ونوّر ضريحه، للرد عليه فى تصنيف مستقل أفادفيه وأجادوأصاب، وأوضح بباهر حججه طريق الصواب، فشكر اللّٰه تعالى مسعاه، وأدام عليه شآبيب رحمته ورضاه. آمين.

ومن عجائب الوجود ما تجاسر عليه بعض السذج من الحنابلة فغبر فى وجوه مخدراته الحسان، التى لم يطمثهنّ إنس قبله ولا جان، وأتى بمادل على جهله، وأظهر به عوراء غباوته وعدم فضله، فليته إذ جهل استحياءً من ربه، وعساه اذا أفرط وفرّط رجع الى لبه، لكن إذا غلبت والعياذ باللّٰه تعالى الشقاوة استحكمت الغباوة، فعياذا بك اللّٰهم من ذلک، وضراعة إليک يا رب عزت قدرتک فى أن تديم لناسلوک أوضح المسالک.

هذا وما وقع من ابن تيمية مما ذكر وان كان عثرة لاتقال أبدا، ومصيبة يستمر عليه شؤمها دواما سرمدا، ليس بعجيب، فانه سوّلت له نفسه وهواه وشيطانه، أنه ضرب مع المجتهدين بسهم صائب، ومادرى المحروم أنه أتى بأقبح المعايب، إذ خالف إجماعهم فى مسائل كثيرة، وتدارک على أئمتهم سيما الخلفاء الراشدين باعتراضات سخيفة

شهيرة، وأتى من نحو هذه الخرافات بما تمجه الاسماع، و تنفر عنه الطباع، حتى تجاوز الى الجناب الاقدس، المنزه سبحانه وتعالى عن كل نقص والمستحق لكل كمال أنفس، فنسب اليه العظائم والكبائر، وأخرق سياج عظمته وكبرياء جلالته بما أظهره للعامّة على المنابر، من دعوى الجهة والتجسيم، وتضليل من لم يعتقد ذلک من المتقدمين والمتأخرين، حتى قام عليه علماء عصره وألزموا السلطان بقتله أوجسه وقهره، فحبسه الى أن مات، وخمدت تلک البدع وزالت تلک الظلمات، ثم انتصرله أتباع لم يرفع اللّٰه تعالى لهم رأسا، ولم يظهر لهم جاها ولا بأسا، بل، ضربت عليهم الذلة والمسكنة وباءوا بغضب من اللّٰه ذلک بما عصوا وكانوا يعتدون.

(تنبيه) ما أحسن ما حكاه السبكى عن بعض الفضلاء– وان كان فيه مافيه– أن كون الزيارة قربة معلوم من الدين بالضرورة، وجاحده محكوم عليه بالكفر انتهى فتأمّله لتعلم به قبح ماجاء به ابن تيمية ومن معه أوتابعه إذ يلزم من كون الزيارة قربة أن السفر لمجرد الزيارة قربة، وهذا اللزوم بينهما بيّن لا يخفى الا على معاند، فمن توقف فى كون السفر لمجرد الزيارة قربة وأنكر ذلک، لزمه التوقف فى كون الزيارة قربة وانكار ذلک، وقد علمت أنّ انكار الزيارة كفر فليحذر ذلک، فإنه عظيم.

فإن قلت : كيف هذا التشنيع عليه مع ما استمسک به من

قوله ﷺ فی الحدیث الصحیح لا تشد الرحال إلا إلی ثلاثة مساجد والشد للزیارة خارج عن هذه الثلاثة، فلیکن منهیا عنه.

إیضاح للحدیث لا تشد الرحال

قلت : لیس معنی الحدیث مافهم لما یأتی موضّحا، وانما معناه : لا تشد الرحال الی مسجد لا جل تعظیمه والتقرب بالصلاة فیه إلا إلی المساجد الثلاثة لتعظیمها بالصلاة فیها، وهٰذا التقدیر لا بدمنه عند کل احد لیکون الاستثناء متصلا. (۱)

ترجمہ: اگر آپ کہیں کہ آپ نے کیسے کہہ دیا کہ زیارت اور اس کے سفر وغیرہ کے جواز پر اجماع ہے، حالانکہ متاخرین حنابلہ میں سے ابن تیمیہ ان تمام چیزوں کے جواز کے منکر ہیں، جیسا کہ خود امام سبکی نے ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا ہے اور ابن تیمیہ نے اس امر پر دلیل لانے میں بڑا طویل کلام کیا ہے، جو سماعت پر گراں اور طبیعت کو متنفر کرنے والا ہے، بلکہ ابن تیمیہ نے یہ گمان کیا کہ سفرِ زیارت اجماعی طور پر حرام ہے اور سفرِ زیارت پر جانے والا اس سفر کے دوران قصر نماز نہیں پڑھے گا (کیونکہ یہ سفر معصیت ہے) اور (ابن تیمیہ نے یہ بھی کہا کہ) اس سلسلہ میں جتنی احادیث وارد ہیں سب موضوع ہیں، ان کے بعد آنے والے ان کے اہل مذہب نے (اس معاملہ میں) ان کی اتباع کی۔

اس کے جواب میں مَیں کہوں گا کہ ابن تیمیہ کون ہیں؟ کہ ان کی طرف التفات کیا جائے؟ اور دین کے معاملات میں ان پر اعتماد کیا جائے؟ جیسا کہ ائمہ کی ایک جماعت نے فرمایا (جس نے ابن تیمیہ کے فاسد اقوال اور

۱۔ الجوہر المنظم، ص: ۲۷ تا ۳۱

کمزور دلیلوں کا تعاقب کیا یہاں تک کہ اس کے عیوب اور اس کے اوھام اور غلطیوں کی قباحتوں کو ظاہر کر دیا، مثلاً عز بن جماعۃ وغیرہ) کہ ابن تیمیہ ایک ایسا شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے گمراہی میں چھوڑ دیا ہے اور اس کو ذلت و رسوائی کا لباس پہنا دیا ہے، کذب و افترا اس کے لیے مقدر کر دیا ہے جس کے بعد اہانت اس کا نصیب ہے اور محرومی کو اس کے اوپر مسلط کر دیا ہے۔

شیخ الاسلام عالم انام جن کی جلالت شان، مرتبۂ اجتہاد اور صلاح و امامت پر اجماع ہے، یعنی امام تقی الدین سبکی انھوں نے ایک مستقل کتاب لکھ کر ابن تیمیہ کا رد فرمایا، جس میں بہترین افادہ فرمایا اور حق وصواب کو ظاہر کیا اور اپنی روشن دلیلوں سے حق وصواب کا راستہ واضح کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے اور زمانہ کے عجائبات میں سے ایک وہ ہے کہ جس پر بعض سادہ لوح حنابلہ نے جسارت کی اور ایسے دلائل لے کر آئے جو اس کے جہل پر دلالت کرتے ہیں، جن کے ذریعہ اس کی غباوت اور عدم فضل کو ظاہر کر دیا، کاش کہ وہ اپنے رب سے شرم وحیا کرتے ہوئے جاہل ہی رہتا اور افراط وتفریط کے بعد عقل و ہوش کی طرف لوٹ کر آ جاتا، العیاذ باللہ جب بدقسمتی کا غلبہ ہوتا ہے تو غباوت مستحکم ہو جاتی ہے۔ اے پروردگار ہم اس سے تیری پناہ چاہتے ہیں اور تیری بارگاہ میں فروتنی کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ اے پروردگار تو ہمیں راستوں میں سے سب سے واضح راستے پر ثابت قدم رکھ۔

ابن تیمیہ سے جو کچھ سرزد ہوا ہے وہ ایسی لغزش ہے کہ قابل التفات نہیں اور ایسی مصیبت ہے کہ جس کی نحوست اس پر ہمیشہ ہمیشہ رہے گی لیکن پھر بھی وہ عجیب نہیں ہے، اس لیے کہ اس کی ہوائے نفس اور اس کے شیطان

نے اس کو گمراہ کر دیا، اس نے ائمہ مجتہدین کے ساتھ جرأت و جسارت کی اور کیسا دھوکا دیا کہ نہایت قبیح عیوب لے کر آیا کہ جب اس نے بہت سے مسائل میں ان کے اجماع کی مخالفت کی اور کمزور اعتراضات کے ذریعہ ان مجتہدین کے ائمہ بالخصوص خلفائے راشدین کی اصلاح کرنے کا دعویٰ کیا، اور ان خرافات کے راستہ سے ایسی ایسی چیزیں لے کر آیا جن کو کان سننا گوارا نہ کریں اور ان سے طبیعتیں متنفر ہوں، یہاں تک کہ بارگاہ الٰہی تک تجاوز کر گیا، وہ ذات جو نقص و عیب سے پاک و منزہ ہے اور تمام کمالات کی مستحق ہے، اس کی جانب (ابن تیمیہ نے) بڑی بڑی باتیں منسوب کر دیں اور اس کے پردۂ عظمت و کبریائی میں شگاف ڈالنا چاہا، ان باتوں کے ذریعہ جو اس نے برسر منبر عوام کے سامنے ظاہر کیں مثلاً اللہ تعالیٰ کے لیے جہت اور جسم کا دعویٰ کرنا وغیرہ اور متقدمین و متاخرین میں سے جو شخص اس کا (یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے جہت و جسمیت کا) اعتقاد نہ رکھتا ہو اس کو گمراہ قرار دیا، یہاں تک کہ اس کے زمانے کے علما اس کے مقابلے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور بادشاہ کو مجبور کر دیا کہ وہ ابن تیمیہ کو قتل کر وائے یا قید کروائے، تو بادشاہ نے اس کو قید کروا دیا یہاں تک کہ (قید خانے ہی میں) اس کی موت واقع ہوگئی۔ اس طرح یہ بدعت (کی یہ آگ) ٹھنڈی پڑی اور یہ تاریکی دور ہوئی، پھر اس کے بعد اس کے بعض پیروکاروں نے اس کی حمایت و نصرت شروع کی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا سر بلند نہیں ہونے دیا اور ان کی عظمت و طاقت ظاہر نہ ہوسکی، بلکہ ان کے اوپر ذلت و مسکینی مسلط کر دی گئی اور وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے مستحق ہوئے یہ ان کی نافرمانی اور سرکشی کا بدلہ ہے۔

وہ کیا ہی اچھی بات ہے جو امام سبکی نے بعض فضلا سے حکایتاً نقل کی ہے اگر

چہ اس حکایت میں جو کچھ ہے وہ ہے کہ ''زیارت (قبر) ایک ایسی نیکی ہے جو ضروریات دین میں سے ہے، اس کا انکار کرنے والے پر کفر کا حکم لگایا جائے گا''۔ اس بات پر غور کرو تا کہ تم اس چیز کی قباعت کو جان سکو جو ابن تیمیہ، ان کے ساتھی اور ان کے متبعین لے کر آئے، کیونکہ زیارت کے ایک نیکی اور قربت ہونے سے یہ بات لازم آتی ہے کہ جو سفر محض زیارت کے لیے کیا جائے وہ بھی نیکی اور قربت ہو، ان دونوں چیزوں کے درمیان یہ لزوم واضح ہے اور سوائے معاند کے یہ کسی پر مخفی نہیں ہے، تو جس شخص نے اس بات میں توقف کیا کہ محض زیارت کے لیے سفر کرنا نیکی و قربت ہے اور اس کا انکار کیا، تو لازم آیا کہ اس نے زیارت کے نیکی اور قربت ہونے میں توقف کیا اور اس کا انکار کیا اور یہ تم جان چکے کہ زیارت کا انکار کفر ہے، تو اس سے بچو کہ یہ بہت بڑی بات ہے۔

اگر تم سوال کرو کہ ''ابن تیمیہ پر یہ طعن و تشنیع کیوں؟ حالانکہ انھوں نے (سفر زیارت کے حرام ہونے پر) حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان مبارک سے دلیل دی ہے جو صحیح حدیث میں وارد ہے کہ ''**لا تشد الرحال الا إلى ثلاثة مساجد**'' (بالقصد سفر نہ کیا جائے مگر صرف ان تین مساجد کی طرف) اور زیارت کے لیے سفر کرنا ان تین مساجد کی طرف سفر کرنے سے خارج ہے، تو وہ سفر یقیناً منع ہوگا''۔ اس کے جواب میں مَیں کہوں گا کہ حدیث پاک کا معنی وہ نہیں ہے جو انھوں نے سمجھ لیا بلکہ حدیث کا صحیح معنی یہ ہے کہ ان تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد کی طرف اس کی تعظیم کی خاطر یا اس میں نماز کے ذریعہ تقرب حاصل کرنے کی غرض سے سفر نہ کیا جائے (بلکہ ان اغراض کے لیے صرف انھیں تین مساجد کی طرف بالقصد سفر کیا جائے) اس عبارت میں لفظ ''مسجد'' کو مقدر ماننا ہر ایک کے

نزدیک ضروری ہے تا کہ استثنا متصل ہو سکے۔

جواب (۵)

صرف علما کی تعریف فائدہ مند نہیں ہے کیونکہ انھیں علما نے (ابن تیمیہ کے) اھوائے فاسدہ اور اقوال باطلہ پر کلام اور تنقید بھی کی ہے۔

جواب (٦)

ابن تیمیہ کے یہ اقوال ان کے حنبلی ہونے کی حیثیت سے نہیں ہیں اور نہ ہی یہ مسئلہ (یعنی زیارت روضۂ طیبہ کی حرمت) مذہب امام احمد بن حنبل میں آیا ہے۔ اس مسئلہ میں جمہور حنابلہ، حنفی، شافعی اور مالکی علما کے ساتھ متفق ہیں بلکہ اس مسئلہ میں ابن تیمیہ کا مسلک دین میں ابتداع و اختراع (نئی بات پیدا کرنا) اور اجماع کے خلاف ہے اور معاذ اللہ کفر کی طرف لے جانے والا ہے۔ لہٰذا ابن تیمیہ کا یہ اختلاف مذاہب اربعہ کے ان اختلافات کی طرح ہرگز نہیں جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ حق ان چاروں میں دائر ہے۔ چونکہ ابن تیمیہ نے مجتہدین کے اجماعات کی مخالفت کی، ان ائمہ مجتہدین پر طعن و تشنیع کی خاص کر خلفائے راشدین پر زبان طعن دراز کی، متقدمین و متاخرین میں سے (جن میں امام احمد بن حنبل بھی شامل ہیں) جو بھی اپنا موافق نظر نہ آیا اس کو گمراہ قرار دے دیا، ایسی صورت میں ابن تیمیہ حنبلی بھی نہیں ہیں بلکہ ایک نئے دین و مذہب کو ایجاد کرنے والے ہیں، یہ جو کچھ ہم نے ذکر کیا یہ محض دعویٰ نہیں ہے، پھر اپنے نام کے ساتھ لفظ حنبلی لگانے سے کیا فائدہ ہوگا۔

جواب (۷)

اس مسئلہ میں ابن حزم بھی ابن تیمیہ کے موافق ہیں یہ بات معلوم نہیں، اور منتہی المقال میں ابن حزم کا ذکر اس (مسئلہ زیارت) کے ضمن میں نہیں آیا ہے بلکہ ابن حزم کا تذکرہ مقدمہ میں کیا گیا ہے جہاں نئے پیدا ہونے والے فرقوں کا ذکر ہے، مصنف فرماتے ہیں:

كل بضاعتهم طعن فى الائمة المجتهدين وجل صناعتهم القدح فى الاولياء المقربين، الصراط المستقيم والمحلى ماخذهم واساسهم، وابن تيمية وابن جزم رئيسهم و رأسهم.(۱)

ترجمہ:ان کی کل پونجی صرف ائمہ مجتہدین پر طعن وتشنیع کرنا اوران کا کام اولیاے مقربین کی برائی کرنا ہے۔(ابن تیمیہ کی کتاب اقتضاء) الصراط المستقیم اور(ابن حزم کی کتاب)المحلی ان کا مرجع وماخذاور بنیاد ہیں اورابن تیمیہ اورابن حزم ان کے سرخیل وسردار ہیں۔

ابن حزم (کا مسلک) ظاہری ہے اورابن تیمیہ برائے نام حنبلی ہیں،مگرائمہ مجتہدین پرزبان طعن دراز کرنے میں دونوں برابر ہیں۔(آج) جوفرقہ پیدا ہوا ہے (یعنی شاہ اسماعیل دہلوی کے پیروکاروں کا) اس کا شعاربھی ائمہ مجتہدین پرطعن وتشنیع کرنا ہےاوراس جدیدفرقے کے لوگ انھیں دونوں (ابن حزم اورابن تیمیہ) کی پیروی کرتے ہیں اورخاص خاص مسائل میں یہ دونوں ایک دوسرے کے موافق ہیں۔اس اجمال کی تفصیل ہماری کتاب البوارق المحمد یہ میں دیکھنا چاہیے۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس جدیدفرقے (یعنی شاہ اسماعیل دہلوی کے پیروکاروں) کا اصل الاصول یہ ہے کہ کچھ متفرق مسائل مذہب معتزلہ سے لیےاور پھر کچھ اپنے طور پرایجاد کیے اور بالآخر ہندستان میں وہابیت ظاہریت سے ترکیب پاکرایک عجیب معجون مرکب بن گئی۔اب اشارتاً فرقۂ ظاہریہ کے پیدا ہونے اوراس کے فروغ پانے کا ذکربھی ضروری ہے۔پھر بوارق محمدیہ میں ہم نے داؤدظاہری اورابن حزم ظاہری کا ذکرکیا ہے، پھرابن تیمیہ کا ذکر ہے جواہل اھواءوبدعت کے سرخیل اوراکثرمسائل میں اس جدیدفرقے (یعنی وہابیہ) کےمرجع وماخذ ہیں۔ ہم نے (بوارق محمدیہ میں)لکھاہے کہ(ابن حزم کے کچھ مدت بعد)ابن تیمیہ نے اپنے زمانے میں ایک نیادین نکالااورایک ہنگامہ برپاکیا۔ان کے بعدان کے شاگردابن قیم وغیرہ ان کی تائید میں اٹھ کھڑے ہوئے اورعجیب وغریب کتابیں تصنیف کیں،بہرحال جلدہی یہ فتنہ وفساد ختم ہوگیا

۱۔ منتہی المقال،ص:۴، مطبع شرف المطابع دہلی ۱۲۶۸ھ

اور ابن تیمیہ کا فتنہ ۷۰۵ھ میں اپنے انجام کو پہنچا۔(۱)

(یہاں ایک بات یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ) ہم نے (بوارق محمدیہ میں) ابن قیم کے ذکر کو مسودہ کے حاشیہ پر لکھا تھا مگر کاتب نے غلطی سے اس کو ابن تیمیہ کے ذکر کے اوپر نقل کر دیا (اور اسی طرح چھپ گیا)۔

خلاصۂ کلام یہ کہ یہ نیا فرقہ (یعنی وہابیہ) اپنے اندر ظاہریت بھی رکھتا ہے اس لیے ابن حزم ان کے سردار اور ان کی کتاب المحلی ان کی بنیاد ہے اور (اس جدید فرقے کے) نجدی ہونے کی حیثیت سے ابن تیمیہ ان کے سرخیل ہیں اور ان کی کتاب صراط مستقیم ان کا ماخذ کیونکہ اس (نجدی) مذہب کی اکثر بکواسوں کا ماخذ ابن تیمیہ ہی ہیں۔ ہاں البتہ ائمہ مجتہدین پر طعن و تشنیع اور اولیائے مقربین کی گستاخی ان دونوں (یعنی ابن حزم اور ابن تیمیہ) کے درمیان مشترک ہے۔

☆☆☆

۱۔ دیکھیے البوارق المحمدیہ ازص:۲۳ تاص:۲۵

بسلسلۂ جشنِ زرّیں

مطبوعات تاج الفحول اکیڈمی بدایوں

۱۔ احقاق حق (فارسی)

سیدنا شاہ فضل رسول قادری بدایونی ترجمہ وتخریج، تحقیق: مولانا اسید الحق قادری

۲۔ عقیدۂ شفاعت کتاب وسنت کی روشنی میں

سیدنا شاہ فضل رسول قادری بدایونی تسہیل وتخریج: مولانا اسید الحق قادری

۳۔ سنت مصافحہ (عربی)

تاج الفحول مولانا شاہ عبد القادر قادری بدایونی ترجمہ وتخریج: مولانا اسید الحق قادری

۴۔ الکلام السدید (عربی)

تاج الفحول مولانا عبد القادر قادری بدایونی ترجمہ: مولانا اسید الحق قادری

۵۔ طوالع الانوار (تذکرۂ فضل رسول)

مولانا انوار الحق عثمانی بدایونی تسہیل وترتیب: مولانا اسید الحق قادری

۶۔ مردے سنتے ہیں

مولانا عبد القیوم شہید قادری بدایونی، ترتیب وتخریج: مولانا دلشاد احمد قادری

۷۔ مضامین شہید

مولانا عبد القیوم شہید قادری بدایونی ترتیب وتخریج: صاحبزادہ مولانا عطیف قادری بدایونی

۸۔ ملت اسلامیہ کا ماضی حال مستقبل

مولانا عبد القیوم شہید قادری بدایونی ترتیب وتقدیم: مولانا اسید الحق قادری

۹۔ عرس کی شرعی حیثیت

مولانا عبد الماجد قادری بدایونی ترتیب وتخریج: مولانا دلشاد احمد قادری

۱۰۔ فلاح دارین

مولانا عبد الماجد قادری بدایونی، ترتیب وتخریج: مولانا دلشاد احمد قادری

۱۱۔ خطبات صدارت

عاشق الرسول مولانا عبد القدیر قادری بدایونی ترتیب وتقدیم: مولانا اسید الحق قادری

۱۲۔ مثنوی غوثیہ

عاشق الرسول مولانا عبد القدیر قادری بدایونی ترتیب وتقدیم: مولانا اسید الحق قادری

۱۳۔ عقائد اھل سنت

مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایونی   تخریج وتحقیق: مولانا دلشاد احمد قادری

۱۴۔ دعوت عمل مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایونی

۱۵۔ احکام قبور

مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی   تخریج وتحقیق: مولانا دلشاد احمد قادری

۱۶۔ ریاض القرأت

مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی   ترتیب: قاری شان رضا قادری

۱۷۔ تذکار محبوب

(تذکرۂ عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی)

مولانا عبدالرحیم قادری بدایونی

۱۸۔ مدینے میں (مجموعۂ کلام) تاجدارِاہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری بدایونی

۱۹۔ مولانا فیض احمد بدایونی

پروفیسر محمد ایوب قادری،   تقدیم وترتیب: مولانا اسیدالحق قادری

۲۰۔ قرآن کریم کی سائنسی تفسیر ایک تنقیدی مطالعہ مولانا اسیدالحق قادری

۲۱۔ حدیث افتراق امت تحقیقی مطالعہ کی روشنی میں مولانا اسیدالحق قادری

۲۲۔ احادیث قدسیه   مولانا اسیدالحق قادری

۲۳۔ تذکرۂ ماجد   مولانا اسیدالحق قادری

۲۴۔ عقیدۂ شفاعت (ہندی)   سیدنا شاہ فضل رسول قادری

۲۵۔ عقیدۂ شفاعت (گجراتی)   سیدنا شاہ فضل رسول قادری

۲۶۔ دعوتِ عمل (گجراتی)   مولانا عبدالحامد قادری بدایونی

۲۷۔ احکام قبور (تمل)   مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی

۲۸۔ معراجِ تخیل (ہندی)(مجموعۂ نعت ومناقب)

تاجدارِاہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری بدایونی

۲۹۔ مولانا فیض احمد بدایونی اور جنگ آزادی ۱۸۵۷ء (ہندی)

محمد تنویر خان قادری بدایونی

۳۰۔ سیرت مصطفیٰ ﷺ کی جھلکیاں (ہندی) محمد تنویر خان قادری بدایونی

۳۱۔ پیغمبرِ اسلام کا مھان ویکتتو (ہندی) محمد تنویر خان قادری بدایونی